یہ کتاب ادارۂ تعلیمات اسلامیہ کے سلسلۂ تعلیم قرآن کی دوسری کتاب ہے اس کے پہلے حصہ پر معارف مین ریویو ہو چکا ہے، اس کا مقصد کم سے کم وقت مین عربی زبان سے بقدر ضرورت واقفیت کے ساتھ ساتھ کلام پاک کے ترجمہ کی استعداد پیدا کرنا ہے، چنانچہ کلام مجید ہی کی آیات وسورتون سے اس کا نصاب مرتب کیا گیا ہے، ہر سبق مین کلام مجید کی چند آیات، اس کے لغات کے معنی اور آیات کے اہم پہلوؤن کی تشریح اور املاء و انشاء اور ترجمہ کی مشقین ہین، جا بجا صرف و نحو کے ضروری قواعد بھی مختصرًا دیدیئے گئے ہین، اور طلبہ کو اس کی پیچیدگیون سے بچانے کے لئے عربی املاء اور عربی کی غیر معرب عبارتون پر اعراب لگانے کی مشق کے ذریعہ اس کے عملی استعمال کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے، ترجمہ اور املا کی مشقین احادیث نبوی اور تاریخ اسلام اور اکابر اسلام کے سبق آموز واقعات سے دیگئی ہین، اس طریقۂ تعلیم سے عربی سے واقفیت اور ترجمۂ قرآن کی استعداد دونون ساتھ ساتھ پیدا ہو جاتی ہین، امید ہے کہ ترجمۂ کلام مجید کے شائقین اس سے فائدہ اٹھائین گے۔

جام عرفان از جناب منظور الحق صاحب کلیم قادری چشتی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۳۱۹ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر قیمت :- عار سلطان پریس، پرتابگڈھ،

مصنف ایک صوفی مشرب بزرگ ہین، جام عرفان ان کی عارفانہ رباعیون کا مجموعہ ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے مغز سخن کے مقابلہ مین ظواہر کا زیادہ اہتمام نہین کیا ہے، اس لئے جا بجا معنی کے جسم پر الفاظ کا جامہ تنگ ہو گیا ہے لیکن اس سے ان رباعیون کی معنوی حیثیت پر اثر نہین پڑتا اس جام مین بادۂ عرفان کے لذت شناسون کے ذوق کا کافی سامان ہے،

زارینہ مترجمہ جناب محمد رحیم صاحب دہلوی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۸۱ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت عار پتہ نیا کتاب گھر اردو بازار دہلی،

اس کتاب مین روس کے آخری زار نکولس اور اس کی ملکہ الکس زارینہ اور انقلاب روس کے حالات کو افسانے کے پیرایہ مین پیش کیا گیا ہے، اور یہ دکھایا گیا ہے کہ روس کی جرمن نژاد زارینہ نے قیصر جرمنی، اور مشہور جرمن جاسوس راسپوٹین کے اشارون پر چل کر جو مقدس پادری کے بھیس مین زار اور زارینہ دونون پر حاوی ہو گیا تھا، زار روس کے ذریعہ کس کس طرح روسی قوم کو مٹانے اور برباد کرنے کی کوشش کی، اور اس کے لئے اس نے کیسی کیسی سازشین کین، اور آخر مین خود اس کا کیسا عبرتناک انجام ہوا، یہ کتاب غالبًا کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے لیکن مترجم نے اس کی تصریح نہین کی ہے، ترجمہ صاف اور شستہ ہے،

(م)

جلد ۵۶ ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۵ء عدد ۵

مضامین

شذرات

الحمد للہ کہ اپنی گذشتہ علالت کے شدید حملہ سے مین جانبر تو ہوگیا، اور اب جسمانی ضعف بھی باقی نہین، مگر دل و دماغ ابھی تک کام کے لائق نہین، اطبار کا مشورہ ہے کہ اب دماغی کام کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہدیا جائے گو عمر بھر کی لگی ہوئی عادت کا یک قلم چھوٹ جانا مشکل ہے، تاہم یہ ضرور ہے کہ اب کم سے کام کی زحمت اٹھائی جائے اور جب تک یہ صورت حال باقی ہے دماغی مشاغل سے پرہیز کیا جائے، اس سلسلہ مین احباب سے درخواست ہے کہ معارف اور علمی استفسارات اور فتاوی سے متعلق میرے نام کے بجائے صرف اڈیٹر معارف کے نام سے، اور فرمائشون اور شکایتون کے متعلق مہتمم صاحب دار المصنفین سے، اور دار العلوم ندوہ سے متعلق امور کی نسبت مہتمم صاحب دار العلوم ندوہ لکھنؤ سے خط و کتابت کرین، فتاوی کا اہتمام ہمارے یہان نہین ہے، ان کے لئے دیوبند سہارنپور، اور ندوہ لکھنؤ مین خاص انتظامات ہین، ان کی طرف توجہ فرمائین،

آج کل مسلمانون مین الیکشن کا بحران ہے، اس بحران مین جس طرح نامعقول طریقون سے لوگ اپنی قوت کا اظہار کر رہے ہین وہ حد درجہ نامناسب ہے، انتہا یہ ہے کہ اس سلسلہ مین سب و شتم، لعن و طعن اور زد و کوب سے بھی پرہیز نہین کیا جا رہا ہے، یہ طریق عمل استدلال کی قوت ظاہر کرنے کے بجائے اس کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے، مذہب اور دین کی حمایت کا نام لے کر عوام کو جوش دلانا، اور اُن سے اپنا کام نکالنا غلط رہنمائی ہے، جس سے مسلمانون کو سخت نقصان پہنچے گا، ضرورت اس کی ہے کہ مسلمانون کو ضبط، صبر، ڈسپلن، تنظیم، استقامت، تحمل، برداشت، ایثار، باہمی ہمدردی، عملی وحدت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی جائے جو سیاست کی جنگ کے سب سے کارگر ہتھیار ہین، صرف زبانی جوش و خروش، گرما گرم محفلی اور اخباری بحث اور بر سر راہ دست و گریبان ہونا، قوم کی طاقت نہین، ہماری بحثون کا موضوع مسائل کا صواب و خطا ہونا چاہئے نہ کہ اشخاص کے محاسن و معائب کا اظہار،

اس جنگ مین یورپ کی اتحادی شہنشاہانہ طاقتون نے دنیا کو ضعیف و کمزور قومون کی حفاظت و حمایت کا جو خواب دکھایا تھا، اس کی تعبیر ظاہر ہونی شروع ہوگئی ہے یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دوسرون کے بجائے ہماری ہی محکوم و غلام رہین، فرانس، الجزائر و تونس، شام لبنان اور ہند چینی کو پھر سے بزور اپنا غلام بنانے مین مصروف ہے، ڈچ، جاوا وغیرہ، جزائر مین اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کے لئے وہان کے باشندون سے برسر پیکار ہین، روس ایران سے آذربائیجان اور ترکی سے قارص اور اردھان اور دردانیال کا خواہان ہے، انگریز ہندوستان مین اب بھی اصلاحات کا اپنا وہی پرانا کھیل کھیل رہے ہین اور مزدور حکومت وہی کر رہی ہے جو لبرل اور کنسرویٹو ہمیشہ کرتے رہے ہیں اور جس کے لئے لیبر پارٹی ان کو مورد الزام ٹھہرایا کرتی تھی، لیکن ان محکوم قومون کے سینون مین آزادی کی جو آگ بھڑک اٹھی ہے، وہ خون کے چھینٹون کے بغیر اب بجھ نہین سکتی، اب یورپ کو یہ سمجھ لینا چاہئے، کہ ان کی جابرانہ شہنشاہی کا عہد ختم ہو چکا اب محکوم قومین اپنی مرضی کے مطابق جینے کا حق حاصل کر کے رہین گی،

یہود اس دنیا مین سب سے بڑی مالی طاقت کے مالک ہین، امریکہ کے سونے مین ان کے خزانون کا بڑا حصہ ہے، برطانیہ کو اس جنگ کے اندر اور اب بھی اپنی حالت کی درستی کے لئے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے، اور یہ صرف امریکہ کے یہودی سرمایہ دارون سے حاصل ہو سکتا ہے، اس لئے بالفور کے اعلان سے لیکر ٹرومین کے خط تک جو کچھ فلسطین مین ہو رہا ہے یا ہوگا، وہ یہودیون کی سامری طاقت کا کرشمہ ہے، انھون نے مصر سے نکل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین جس سونے کے بچھڑے کی پوجا کی تھی، وہ آج تک اسی کی پوجا مین مصروف ہین، ان کے متعلق قرآن پاک کا بیان اُشربوا فی قلوبھم العجل (اس سونے کے بچھڑے کی محبت اُن کے دلون مین پلا دی گئی) آج بھی حرف بحرف صادق ہے، اب دیکھنا ہے کہ امریکہ کی اس سامری طاقت کے آگے برطانی سیاست کا دیوا اپنی طاقت کا اظہار کیونکر کرتا ہے،

کہتے ہین کہ دنیا بڑی ترقی کر رہی ہے، ہزارون نئی نئی ایجادین ہوئین اور ہو رہی ہین، ہزارون میل کی آوازین سُنی جا رہی ہین، ہزارون میل دور کی صورتین چلتی پھرتی دکھائی دے رہی ہین، سمندر کی تہ مین غوطہ خور کشتیان دوڑ رہی ہین، آسمان کی فضا مین ہوائی جہازون کے قلعے اُڑ رہے ہین، ایٹم گولہ دم کے دم مین میلون کی آبادی کو خاک سیاہ بنا دے سکتا ہے، یہ سب کچھ ہوا، لیکن یہ سب تو شیطنت کی ترقی ہوئی، انسانیت کی ترقی کا اس مین کیا حصہ ہے، کیا بڑی قومون مین انصاف زیادہ آگیا، کیا ظلم و ستم کی حکمرانی اُٹھ گئی، کیا کالے گورے کا فرق مٹ گیا،

ایشیا اور یورپ کا تفرقہ ختم ہوگیا، کیا مادی طاقت حق کی قوت کے سامنے سرنگون ہوگئی، کیا شاہنشاہانہ حرص و ہوس کا عہد چلا گیا، یہ کچھ بھی نہ ہوا، اس نظر سے اب بھی دنیا وہین ہے جہان پہلے تھی، اب بھی ستر لاکھ ڈچ سات کروڑ جاویون پر اور چند کروڑ انگریز چالیس کروڑ ہندوستانیون پر اسی طرح حکومت کرنے کو تلے ہوے ہین، انسانون کے اخلاقی معائب بھی وہی ہین اور طبائع کے رذائل بھی وہی ہین،

یہ صاف نظر آتا ہے کہ جن صوبون مین اردو زبان عام زبان نہین وہان اردو زبان مین اسلام اور مسلمانون کی جو تحریکین اور تحریرین چل اور نکل رہی ہین ان تک گونہ بے خبری ہی ہے، جیسے مہاراشٹر، گجرات، بنگال اور مدراس وغیرہ، ضرورت ہے کہ وہان کی مقامی بولیون مین بھی اسلام اور مسلمانون کے متعلق جو نئی کتابین اردو مین نکل رہی ہین، ان کو ان زبانون مین ترجمہ کرکے پھیلایا جائے، مجھے جہان تک علم ہے ان مقامی بولیون مین سے اس لحاظ سے گجراتی کا پایہ بہت اونچا ہے، گجراتی مسلمانون نے اس کا اہتمام کر رکھا ہے، کہ اردو کی مفید کتابون رسالون اور مقالون کے ترجمے وہ شائع کرتے رہین، شاید یہی سبب ہو کہ مقامی بولیون والے صوبون سے ان مین دینداری کا خیال زیادہ ہے۔

اس لحاظ سے سب سے زیادہ قابل رحم حالت بنگال کے مسلمانون کی ہے، کہ نہ وہان کے دیہاتون مین اردو کے بڑھانے اور پڑھانے کی تدبیر کی جاتی ہے، اور نہ اردو کی اچھی اچھی کتابون اور رسالون اور مضمونون کے ترجمہ کا خیال ہے، اس لئے بنگال کے مسلمانون مین سب سے زیادہ اندھیرا ہے، لیکن ابھی حال مین کلکتہ مین ایک انجمن دار الفلاح بنی ہے جس کے ناظم اپنے خط مین لکھتے ہین،

"غرض نگار ہون کہ انجمن ہذا نے بنگال کے کرورون مسلمانون کی غیر اسلامی ذہنیت اور ان کے دینی لٹریچر کی بے مایگی کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا ہے، کہ اردو کے مستند مذہبی تصانیف و تالیفات کا بنگلہ مین ترجمہ یہان کے عوام اور ذی علم طبقہ کے سامنے کرے چنانچہ فضل الٰہی سے یہ کام شروع بھی ہو چکا ہے"،

اس خط کو پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، کہ بنگال کے مسلمانون نے کروٹ لی ہے، اس سلسلہ مین رحمت عالم کے بنگلہ ترجمہ کی اجازت مانگی گئی تھی، جو دی گئی، اور ان سے ہر ممکن مدد کا وعدہ کیا گیا،

مقالات

مسئلہ سود مسلم و حربی مین

از

ازجناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

معارف ماہ مئی ۱۹۴۵ء مین مخدوم و محترم والا مرتبت حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کا جو مقالہ مندرجۂ عنوان مسئلہ کے متعلق خاکسار کے بعض خیالات اور دعاوی کی تنقید و تردید مین شائع ہوا ہے اسی کے متعلق حسب ذیل سطرون مین باادب مولانا کی خدمت مین خصوصاً اور ناظرین معارف کی خدمت مین، جن حضرات کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہے، عموماً اپنے ناچیز معلومات کے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہون، بلکہ سچ پوچھئے، تو مولانا سے زیادہ میرا روئے سخن عام ناظرین ہی کی طرف ہے، کیونکہ مولانائے موصوف کے لئے تو شاید چند اشارون کی طرف توجہ دلانا ہی غالباً کافی ہوتا، مین مولانا سے معافی چاہتا ہون کہ بعض غیر ضروری تمہیدی امور کا محض ان حضرات کے خاطر سے اندراج ضروری خیال کر رہا ہون، جو فقہ اسلامی مین "عالمانہ بصیرت" نہین رکھتے، مولانا کی تحریر سے اس کا اندیشہ ہے کہ مسلمانون کے سب سے بڑے امام اور مجتہد کے متعلق بعض غلط فہمیان نہ پیدا ہو جائین، اور ایک غرض اس مضمون کی اشاعت سے یہ بھی ہے، اگرچہ مولانا کے مضمون کے اس پہلو سے مجھے مسرت بھی ہوئی، کہ ہم ارباب تقلید پر اپنے اپنے ائمۂ اجتہاد کے متعلق بے جا طرفداری کا جو الزام لگایا جاتا ہے، اس کی تردید کے لئے منجملہ دوسری شہادتون کے ایک تر و تازہ شہادت مولانا کا یہ مضمون بھی ہے، یعنی باوجود حنفی اور غالی حنفی ہونے کے مولانا ظفر احمد صاحب نے اپنے امام کی بیجا نہین کہ خود بے جا طرفداری نہین فرمائی، بلکہ دوسرے کو (یعنی فقیر کو) بھی اس سے روکا ہے، اور آپ کے نزدیک انصاف کی جو بات تھی، اس کو پیش نظر رکھ کر اپنے ایک نیازمند کو ٹوکا ہے، فجزاہ اللہ عنا

وعن الاحناف خیبا لجزاء،

اب اس مضمون کے متعلق چند تمہیدی مقدمات کو پہلے پیش کرتا ہون، اس کے بعد جو کچھ عرض کرنا ہے عرض کرون گا،

(۱)

عام مذاہب وادیان مین جیسے انسانی جان ومال کے احترام پر زور دیا گیا ہے، اسلام نے بھی اس باب مین اگرچہ اپنا کافی حصہ ادا کیا ہے، لیکن علاوہ ایک مذہبی دعوت ہونے کے اسلام چونکہ ایک مستقل آئین اور باضابطہ دستور بھی ہے، اسی حیثیت سے زمین کے بہت بڑے حصہ پر صدیون بلکہ کہہ سکتے ہین کہ ہزار سال اور ہزار سال سے بھی زیادہ مدت تک اسلامی حکومتون نے اس کو استعمال بھی کیا ہے، اس لئے احترام نفوس واموال کے باب مین بھی اس کو قانونی اور آئینی نقطۂ نظر کو اپنے سامنے رکھنا پڑا ہے،

(۲)

فقہائے اسلام نے اس قسم کی قرآنی آیتین مثلاً

اِنَّ اللّٰہ بری مِّنَ المشرکین و رسُولہ، (سورۃ براۃ)
قطعاً اللہ بری ہے مشرکون سے، اور رسول بھی (ان مشرکون سے بری ہین)

یا اس قسم کی مشہور ومعروف حدیثین جیسے صحاح ستہ کی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اُمرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللّٰہ فمن قال ذٰلک عصم منی مالہ ونفسہ،
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگون سے مین اس وقت تک جنگ کئے چلا جاؤن یہانتک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرین، پس جس نے اس (کلمہ) کا اقرار کر لیا محفوظ اور معصوم ہو گیا، اس کا مال اور اس کی جان مجھ سے،

الغرض یہ اور اسی قسم کے نصوص وآثار کو سامنے رکھ کر نفوس واموال کو اسلامی قانون کے رو سے دو قسمون مین تقسیم کر دیا گیا ہے یعنی نفوس واموال کی ایک قسم تو وہ ہے جس کی حفاظت واحترام کی ذمہ داری اسلام مین لی گئی ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جس کے متعلق اس قسم کی ذمہ داری اسلام نے نہین لی ہے، پہلی قسم

کی اصطلاحاً معصومہ نفوس واموال سے اور دوسری کی غیر معصومہ اموال ونفوس سے تعبیر کی جاتی ہے،

اب ظاہر ہے کہ جن لوگون کے متعلق خدا اور خدا کے رسول کی طرف سے قرآن مین برأت کا اعلان کیا گیا ہو، تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی جان ومال کا ذمہ دار اللہ اور اس کا رسول نہین ہے یعنی ان کے اموال ونفوس مین تصرف کرنے والون سے کوئی بازپرس نہ ہوگی، اور یہی معنی غیر معصوم ہونے کے ہین، ان مواقع پر فقہاء "مباح" کا لفظ جو بولتے اور لکھتے ہین، اس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے، گویا قرآن وحدیث سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے، اس کی تعبیر اس لفظ سے کرتے ہین،

(۳)

لیکن اسی کے ساتھ اسلام ہی کا ایک اور عام قانون ہے جس کا نام قانون معاہدہ ہے، یعنی عہد کرنے کے بعد جن باتون کا عہد کیا جاتا ہے، ان کی تکمیل اور ان کا ایفا بھی مسلمانون کے اہم دینی فرائض مین شامل ہو جاتا ہے، خواہ یہ وعدہ مسلمانون سے کیا گیا ہو یا غیر مسلمانون سے، قرآنی آیات،

اوفوا بالعقود (المائدۃ)
معاہدہ کو پورا کرو،

یا

ان العھد کان مسئولا (بنی اسرائیل)
قطعاً عہد وپیمان سے سوال کیا جائیگا،

یا

اتموا الیھم عھدھم (البراۃ)
پورا کرو ان کے ساتھ عہد کرو،

وغیرہ مین بکثرت مسلمانون کو اس فرض کی تعمیل پر سختی سے متوجہ کیا گیا ہے، اور حدیثون مین تو ایفائے عہد کے متعلق جو ذخیرہ پایا جاتا ہے، اور جن جن شکلون مین اس کی اہمیت جتلائی گئی ہے، اگر سب کو یہان درج کیا جائے تو بات بہت طویل ہو جائے گی، خلاصہ یہ ہے کہ ان ہی قرآنی نصوص اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثون سے آپ کے طرز عمل سے یہ قانون پیدا کیا گیا ہے، کہ مسلمانون کی حکومت سے یہ وعدہ لے کر کہ ان کی جان ومال وعزت کی حفاظت کی ذمہ داری لی جائے گی، جو غیر مسلم تو مین ان کے علاقہ مین بود وباش اور دوامی سکونت اختیار کرین، یا وقتی طور پر کچھ دن کے لئے ان کے قلمرو مین اس معاہدہ کے ساتھ داخل ہون کہ نہ تو وہ امن وامان کے قانون کی خلاف ورزی کرین گے، اور نہ مسلمان ان کی جان ومال وعزت کے ساتھ کوئی غیر قانونی برتاؤ کرین گے، معاہدے کی پہلی شکل کا نام "عہد ذمہ" اور دوسری شکل کا نام "عہد استیمان" ہے، بہرحال یہ ہو یا وہ ہو، ہرحال مین اس معاہدہ کے بعد اس کا ایفا مسلمانون کا ایک اہم ترین دینی فرض اور مذہبی ذمہ داری ہے، اس معاہدہ کی خلاف ورزی کا اصطلاحی نام غدر اور عہد شکنی ہے، جس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ نفوس

واموال کے معصوم ومحفوظ ہونے کی جیسے ایک قانونی شکل وہ تھی جس کا پہلے حصہ مین ذکر کیا گیا، اسی طرح ایفاے عہد کا یہ فرض اور غدر و قانون شکنی کی حرمت و ممانعت دوسری شکل ہے، جو مذکورہ بالا معاہدین کی جان و مال کو معصوم ومحفوظ اسلامی آئین و دستور کے رو سے کر دیتا ہے،

(۴)

اسی لئے یہ سمجھا جاتا ہے کہ احترام نفوس کے متعلق اس قسم کی قرآنی آیتین مثلاً

لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (النساء) — نہ قتل کرو باہم اپنے آپ کو،

یا اموال کے احترام کے متعلقہ نصوص مثلاً

لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء)

اور باطل (یعنی غیر آئینی طور پر) باہم ایک دوسرے کا مال نہ کھایا کیجیو، الا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت (کا طریقہ لین دین مین اختیار کیا جائے)

وغیرہا مین جن جانون اور جن اموال کے احترام کا مطالبہ کیا گیا ہے، ان سے مراد وہی نفوس اور اموال ہین جو اسلامی آئین کے رو سے عصمت وحفاظت کے دائرے مین داخل ہو چکے ہین یعنی نفوس معصومہ اور اموال معصومہ ہی سے ان کا تعلق ہے، اور وہی ان احکام کے مورد خاص ہین،

اسی لئے اس قسم کا استدلال کہ جہاد مین مسلمان کو چونکہ قتل نفس کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، اور قتل نفس نص قطعی کے رو سے حرام ہے، اس لئے جہاد بھی حرام ہے، ایک مضحکہ خیز استدلال ہے، زیادہ وقعت نہین رکھتا، کیونکہ جہاد مین جن نفوس کے قتل کا ارتکاب ناگزیر ہے، وہ ان آیتون کے دائرۂ خطاب مین داخل ہی نہین ہین جن کا احترام اور جن کی حفاظت مسلمانون کا مذہبی فرض ہے،

اور جو حال نفوس کا ہے، وہی حال اموال کا بھی ہے، یعنی یہ قرار دیتے ہوئے کہ اموال کے لین دین مین قرآن نے چونکہ باہمی رضامندی کو مشروط کر دیا ہے، اس لئے غنیمت اور فئی کے نام سے دوسرون کا مال لینا ناجائز ہے، اگر کوئی اس قسم کی بات کہے، تو اس سے بھی یہی کہا جائے گا کہ اموال کے احترام کا جن نصوص مین مطالبہ کیا گیا ہے، آپ نے سمجھا ہی نہین کہ ان کا تعلق معصومہ اموال سے ہے، ورنہ غیر معصومہ اموال کے متعلق تو قرآن ہی مین،

فَكُلُوْا حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال)

پس کھاؤ اس مال کو جو بہ غنیمت حاصل ہوا ہے) حلال اور پاک (طیب) سمجھ کر)

کا فتویٰ ہی موجود ہے، یہ فتویٰ ان ہی اموال کے متعلق دیا گیا ہے جنھین مسلمان نہ خرید و فروخت کی راہ سے حاصل کرتے ہین، اور نہ ہبہ و وراثت صدقہ و خیرات کی راہ سے یعنی مال والون کی رضامندی کے بغیر زور و قوت جو مال چھین لیا جاتا ہے، اس کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ کھاؤ اس کو حلال اور صاف ستھرا، طیب پاک سمجھ کر، اس سے معلوم ہوا کہ باہمی رضامندی کی شرط جن اموال مین لگائی جاتی ہے، ان کے دائرے ہی سے اموال کی یہ دوسری قسم خارج ہے، جن کے متعلق مال والون کی رضامندی کے حاصل کرنے کی قطعی ضرورت نہین،

(۵)

اب یہان فقہاے اسلام کی اس اصطلاح کو بھی سمجھ لینا چاہئے، کہ جن کے نفوس و اموال مسلمان ہونے کی وجہ سے یا مسلمانون کی حکومت سے عہد ذمہ یا عہد امان کی تعمیل کرنے کی وجہ سے معصوم ومحفوظ ہو جاتے ہین، یہ مالی داد و ستد لین دین کے تعلقات کے لحاظ سے ان کا تو ایک طبقہ ہوا جس کا یہی مطلب ہے کہ باہم خود مسلمانون کے ساتھ مسلمانون کو لین دین کے جن قوانین کا پابند بنایا گیا ہے، بجنسہ مسلمانون کو وہی پابندیان ذمیون اور ان لوگون کے ساتھ اختیار کرنی پڑین گی، جو امن کا معاہدہ کرکے مسلمانون کی حکومت مین داخل ہوتے ہون، شرح سیر کبیر مین ہے،

وَالمستامنون واهل الذمة في ذلك سواءٌ (جلد ۳ ص ۲۲۶)

امن کا معاہدہ حاصل کرکے مسلمانون کی حکومت کے حدود مین داخل ہونے والے غیر مسلم اور ذمی لوگ (یعنی اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا) دونون اس معاملہ مین

ذالک کا اشارہ لین دین کے معاملات کی طرف ہے، جس کا ذکر اس سے پہلے آیا ہے،

بہرحال ایک طبقہ تو ان لوگون کا ہوا جن کے نفوس و اموال کی عصمت وحفاظت کی ذمہ داری اسلامی دستور مین لی گئی ہے، اور اسی کے مقابلہ مین دوسرا طبقہ وہ ہے، جس نے عصمت وحفاظت کے ان اسلامی ذرائع کو اختیار کرکے اپنے نفوس و اموال کے محفوظ و معصوم کر لینے کا سامان نہ کیا، اصطلاحاً اسی طبقہ کی قانونی تعبیر حربی کے لفظ سے فقہا کیا کرتے ہین یعنی نہ مسلمانون کے ساتھ جنگ اور لڑائی کرنے سے روکنے والی کوئی چیز ان کے

پاس موجود ہے، اور نہ مسلمانون کو ان پر حملہ کرنے اور ان سے جنگ کرنے مین کوئی چیز مانع ہے، چونکہ عصمت وحفاظت کے ان آئینی ذرائع سے یہ طبقہ محروم ہے، جو اسلام نے مقرر کئے ہین، اسی لئے قبضہ کرنے کے بعد مسلمان ان کے اموال کے مالک ہوجاتے ہین، خواہ یہ قبضہ ان کی رضامندی سے کیا گیا ہو، یا بغیر رضامندی کے، اس پر تو سارے ائمۂ اسلام کا اتفاق ہے، البتہ اس کی برعکس صورت یعنی مسلمانون کے اموال پر اگر اس حربی طبقہ کو قبضہ حاصل ہوجائے، تو کیا وہ بھی اسلامی قانون کے رو سے مسلمانون کے اموال کے جائز مالک اسی طرح ہوجاتے ہین جیسے مسلمانون کو قبضہ کے بعد ان کے اموال کا جائز مالک قرار دیا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کا جواب بھی اثبات مین دیا گیا ہے یعنی وہ بھی مسلمانون کے مال پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد مالک ہوجاتے ہین، حنفی فقہ کے متون کا مسئلہ ہے، ہدایہ میں ہے :-

ولو غلبوا علی اموالنا والعیاذ بالله، ملکوھا،	اگر حربیون کا گروہ ہمارے اموال پر (خدانخواستہ) قبضہ حاصل کرے، تو وہ بھی ان کا مالک ہوجاتا ہے،

مالک قرار دینے کی یہان بھی وہی وجہ قرار دی گئی ہے کہ

لان الاستیلاء ورد علی مال مباح فلینعقد سببا للملک کاستیلائنا علی اموالھم	اس لئے کہ حربیون کا تسلط اور قبضہ ایسے مال پر ہوا ہے، (جو ان کے لئے) مباح ہے، پس ملک کا سبب ان کا یہی قبضہ بن جائے گا، جیسے ہمارا قبضہ ان کے اموال پر ہماری ملک کا سبب بن جاتا ہے،

جس کا مطلب وہی ہوا، کہ عصمت و حفاظت کے ذرائع سے محروم ہونے کی وجہ سے جیسے ان کا مال مسلمانون کے حق مین غیر معصوم اور مباح ہے، اسی طرح مسلمانون کے اموال بھی ان کے لئے مباح ہین، مین اپنی اصطلاح مین فقہ کے اس قانون کو بین الاقوامی اباحت کے قانون کے الفاظ سے موسوم کرتا ہون،

(۶)

غیر معصوم مباح اموال کے متعلق یہ جو کہا گیا، کہ قبضہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے والے ان کے مالک ہوجاتے ہین، یہ ذرا مبہم سا جملہ ہے، مطلب یہ ہے، کہ قبضہ کو دیکھا جائے گا، اگر حکومت کی پشت پناہی اور فوجی قوت کے

زور سے یہ قبضہ حاصل ہوا ہے، تو ظاہر ہے کہ تقسیم سے پہلے حکومت اور اس کی ساری فوج جس کی امداد اور قوت سے یہ قبضہ حاصل ہوا ہے، سب کا یہ مقبوضہ مال ایک مشترکہ سرمایہ ہے اس لئے جائز نہ ہوگا، کہ قبل از تقسیم کوئی خاص آدمی خواہ اسی فوج کا سپاہی ہی کیون نہ ہو، اس مال مین کسی قسم کا تصرف کرے، ہان تقسیم کے بعد جس سپاہی کے قبضہ مین اس مال کا جتنا حصہ آئے گا، وہ اپنے اس خاص حصہ پر چونکہ قابض ہوگا، اس لئے اب اس کا وہ بلا شرکت غیرے جائز شخصی مالک ہے، اور اب جائز ہے کہ جس قسم کا تصرف اس مال مین وہ چاہے کرے، غیر معصومہ اموال کی اسی قسم کا یعنی حکومت اور فوجی قوت کے زیر اثر جس پر بزور قبضہ کیا جائے اسی کا اصطلاحی نام "غنیمت" ہے، لیکن یہی غیر معصوم مال حکومت اور حکومت کی فوجی قوت کی پشت پناہی کے بغیر کسی مسلمان کے ہاتھ اگر لگ جائے تو ظاہر ہے، کہ اس وقت حکومت اور فوج کو اس مال سے کیا تعلق؟ اسی لئے حکم اس کا یہ ہے جیسا کہ امام محمد نے سیر کبیر مین نقل کیا ہے یعنی

ھذا لیس بغنیمۃ بل ھو احواز المباح،	یہ غنیمت نہین ہے، بلکہ ایک مباح مال کا سمیٹنا (اور اس پر قبضہ کرنا ہے)

اسی لئے اس مال کا قبضہ کرنے والا ہی مالک ہوجاتا ہے، امام محمد ہی نے اسی کے بعد لکھا ہے،

فیکون بمنزلۃ الاصطیاد و الاحتشاش، (جلد ۳ صفحہ ۱۶)	اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے شکار کرنیوالا شکار کا مالک قبضہ کرنے کے بعد ہوجاتا ہے یا گھاس کا مالک گھاس گڑھنے والا

ابن ہمام نے بھی "الغنیمۃ" کی یہ تعریف کرتے ہوئے یعنی

الغنیمۃ ما أخذ قہرا و غلبۃ،	غنیمت اس مال کا نام ہے، جسے بزور و غلبہ حاصل کیا گیا ہو،

ان غیر معصومہ مال کے متعلق جن پر قہراً و غلبۃً قبضہ نہ کیا گیا ہو لکھا ہے کہ

انما یاخذ بحیلۃ فکان ھذا اکتسابا مباحا من المباحات کالاحتطاب و الاصطیاد،	ان کو تو لینے والا اپنی خاص تدبیر سے حاصل کرتا ہے، تو اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ مباح اور جائز اموال مین سے کسی مباح مال کا یہ کمالینا ہے جیسے جنگل کی

(فتح القدیر جلد ۳ ص ۳۳۳) لکڑی کو لکڑہارے حاصل کرتے ہیں، یا شکاری شکار پر قبضہ کرتے ہیں،

اور چونکہ یہ قبضہ شخصی جد وجہد کا نتیجہ ہوتا ہے، اسی لئے سیر کبیر میں یہ کلیہ درج کر کے

فی کل موضع یکون للمصاب حکم الغنیمة فالآخذ وغیرہ فیہ سواء وفی کل موضع لایکون للمصاب حکم الغنیمة،

ایسا مال جو مسلمانوں کو غنیمت کی مد میں ہاتھ لگے، تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مال کا حاصل کرنے والا، اور اس کے سوا دوسرے لوگ (یعنی فوج کے دوسرے افراد) اس مال میں مساوی حق رکھتے ہیں، لیکن (اسی قسم کے مباح اموال) جو غنیمت کی نوعیت نہیں رکھتے،

تو پھر اس کا وہی حکم ہے کہ

فان الآخذ یختص بہ

(سیر کبیر جلد ۳ صـ۵ـ)

تو (ان کا کلی قاعدہ یہ ہے) کہ قبضہ کرنے والے کی وہ مخصوص ملکیت ہوگی،

اور اسی قسم کے مملوکات شخصیہ کے متعلق امام محمد کی اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے،

فالماخوذ لمن اخذہ ولا خمس فیہ،

(جلد ۳ صـ۵ـ)

پس جو مال اس راہ سے حاصل کیا جائے گا وہ اُسی کا ہوگا جس نے اُسے حاصل کیا ہو اور اس مال میں (خمس) یعنی پانچواں حصہ (حکومت) کا نہ ہوگا،

کھلی ہوئی بات ہے کہ خمس تو حکومت کا حصہ ہوتا ہے جب حکومت کی امداد ہی اس قبضہ میں شریک نہیں ہو تو اس کا حصہ اس میں کیوں ہونے لگا،

بہرحال مجھے کہنا یہ ہے کہ اموال غیر معصومہ کے مالک ہونے کی یہ دونوں صورتیں درحقیقت مبنی تو اسی پر ہیں، کہ یہ مباح اموال ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ان کی طرف سے اٹھا لی گئی ہے البتہ قبضہ جس میں اجتماعی قوت سے حاصل ہوتا ہے، اس کے احکام بھی اجتماعی ہیں، اور جس قبضہ میں اجتماعی قوت کو

دخل نہیں ہے، اس کا اثر بھی اجتماعی نہیں ہے،

یہ خیال کہ غنیمت کا مال چونکہ لڑائی بھڑائی اور جنگ وجدال میں حاصل ہوتا ہے، اس لئے اس کو حلال کیا گیا ہے، اگرچہ ایک عامیانہ خیال ہے، لیکن عوام ہی کے لئے میں کہتا ہوں کہ جنگ کو اگر اموال غنیمت کے حلال ہونے میں دخل ہوتا یعنی غیر معصوم ہونے کی جو وجہ ہمارے فقہاء نے قرار دی ہے، اگر ان اموال کی حلت کی وجہ یہ نہ ہوتی، بلکہ لڑائی اور جنگ میں حاصل ہونا، یہی بات ان کے حلال ہونے کی وجہ ہوتی، تو چاہئے تھا، کہ حکومت سے باغی مسلمانوں کا جو مال جنگ میں ہاتھ آتا ہے، وہ بھی مال غنیمت بن کر قبضہ کرنے والوں پر حلال ہو جاتا لیکن فقہ کا یہ عام مسئلہ ہے، سیر کبیر میں بیسیوں جگہ یہ مسئلہ مذکور ہے،

مال المسلم لایکون غنیمة للمسلمین بحال کاموال اھل البغی،

(سیر کبیر جلد ۲ صـ۲ـ)

مسلمانوں کا مال مسلمانوں کے لئے کسی حال میں غنیمت نہیں بن سکتا، مثلاً حکومت کے باغیوں سے (لڑائی) میں جو مال حاصل ہو، وہ غنیمت نہیں بن سکتا،

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے :-

لا یقتسمھا حتی یتوبوا فیردھا علیھم او علی ورثتھم،

چاہئے کہ باغیوں کے اس مال کو مسلمان آپس میں غنیمت بنا کر آپس میں تقسیم نہ کریں بلکہ انتظار کیا جائے کہ (باغی افراد) توبہ کریں (توبہ کر لینے کے بعد) ان کا مال ان ہی کو واپس کر دیا جائے گا، (اور اگر وہ خود موجود نہ ہوں) تو ان کے وارثوں کو یہ مال واپس

[illegible]

اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان کا مال بہرحال معصوم ہے، اور معصوم مال کے مالک ہونے کی صورت وہی ہو جسے اسلام نے لین دین کے جائز قانونی ذرائع قرار دیئے ہیں، پس معلوم ہوا، کہ حرب یا لڑائی کو غنیمت کے اموال کی حلت میں دخل نہیں ہے بلکہ ان کا غیر معصوم ہونا یہی اصلی وجہ ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا، قبضہ چونکہ اموال غنیمت پر اجتماعی قوت سے حاصل کیا جاتا ہے، اس لئے شخصی تصرف کی اجازت قبضہ کرنے والوں کو تقسیم سے پہلے نہیں دی گئی ہے، اگرچہ بعض چیزوں کو فقہاء نے مستثنیٰ بھی کیا ہے، اور سچ پوچھئے تو مستثنیٰ ہونے والی چیزوں

کی فہرست بھی مختصر نہیں ہے، فتح القدیر میں ہے،

کاللحم المطبوخ والخبز والزبیب	پکا ہوا گوشت، روٹی، کشمش، شہد،
والعسل والسکر والفاکهة الیابسة	شکر پھل خواہ خشک ہون یا تر پیاز، جو،
والرطبة والبصل والشعیر والتین	انجیر اور تیل جو کھانے مین مستعمل ہون، اور
والادھان الماکولة کالزیت	گھی تو ان چیزون کو تقسیم سے پہلے بھی
والسمن فلھم ان یاکلوا ویدھنوا	فوج کے سپاہی (انفرادی طور پر)
بتلک الادھان؛	کھا سکتے ہین، اور تیل کی مالش بھی
(ص ۳۱۵)	کر سکتے ہین،

ان چیزون مین شخصی تصرفات کی اجازت نہ صرف تقسیم سے پہلے دی گئی ہے، بلکہ استعمال کے لئے اسلامی حکومت کے حدود مین بھی ان کو لانے کی ضرورت نہین، بخلاف غنیمت کے دیگر اموال کے کہ عسکری قوت سے چونکہ یہ چھینے جاتے ہین، اور جن سے فوج چھینتی ہے، وہ بھی فوج ہی ہوتی ہے، اس لئے سمجھا یہ جاتا ہے کہ اسلامی حدود مین داخل ہونے سے پہلے مسلمانون کا قبضہ ان پر مستحکم نہین ہوا ہے، اور نہ واقع مین ہوتا ہے، بلکہ زوال کے شدید خطرے مین اس وقت تک رہتا ہے، جب تک دشمن ہی کے ملک مین مال ہے، اور جب قبضہ ہی مکمل نہین ہوا، تو ملکیت کی تکمیل بھی سمجھی جائے گی، کہ جیسی چاہئے نہین ہوئی لیکن فوری ضرورت کی چیزین مثلاً غذا ایندھن وغیرہ کے متعلق اجازت دیدی گئی ہے، وجہ وہی ہے کہ حلال ہونے کی اصلی وجہ تو بہرحال اس مین پائی ہی جا رہی ہے یعنی ان اموال کا غیر معصوم اور مباح ہونا،

(۷)

ایک مختصر سی بات پہلے ہی سے طے کر لینے کی یہ بھی ہے کہ اگرچہ بدیہی اور واضح امر ہے لیکن سمجھ لینا اس کو چاہئے پہلے ہی، اور وہ یہ ہے کہ شراب بیچنے والے کسی مسلمان پر اگر اسلامی حکومت یہ الزام قائم کرے کہ اس معاملہ کے کرنے پر تم نے رضامندی کیون ظاہر کی، تو اس کا یہ جواب کیا صحیح ہوگا، کہ بوجہ مسلمان ہونے کے میرا کیا ہوا، یہ معاملہ صحیح کب ہوا، اور چونکہ معاملہ صحیح نہین ہوا، اس لئے میری رضامندی بھی اس معاملہ کے کرنے پر ثابت نہین ہوئی، ظاہر ہے کہ اس کی یہ بات کتنی مہمل اور غلط ہوگی، معاملہ کا صحیح ہونا نہ ہونا یہ اور بات ہے، اور اس معاملہ کے کرنے پر یعنی شراب کے بیچنے پر راضی ہو جانا، یہ دوسری بات ہے، یہ تو ایک واقعہ ہے کہ

شراب کے بیچنے پر وہ راضی ہوا تھا، اب مسلمان کے لئے اس قسم کے محرمات کی تجارت چونکہ ناجائز و حرام ہے اس لئے شرعاً اس کا یہ کیا ہوا معاملہ صحیح نہ ہوا، بہرحال کسی معاملہ کا صحیح ہونا نہ ہونا یہ الگ چیز ہے، اور اس معاملہ کے کرنے پر راضی ہو جانا دوسرا مسئلہ ہے، جیسا کہ مین نے عرض کیا بات بالکل معمولی ہے، لیکن ہم آیندہ جو کچھ کہنے والے ہین، اس کے لئے اس نکتہ کا ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے، خیر یہ سب تو تمہیدی مقدمات تھے، اصل مسئلہ آپکے سامنے اب آتا ہے،

مطلب یہ ہو کہ اسی "بین الاقوامی اباحت" کے کلی ضابطہ کی ظاہر ہے کہ سینکڑون جزئیاتی صورتین پیدا ہو سکتی ہین، فقہائے اسلام جیسا کہ ان کا دستور ہے ممکنہ حد تک ان جزئیات کو پیدا کر کے ان کے خاص حالات کے لحاظ سے جو حکم ان کا ہو سکتا تھا، اُسے بیان کرتے چلے گئے ہین، مثلاً ابھی آپ نے دیکھا کہ حکومت اور فوج کی قوت سے جب قبضہ حاصل ہو تو اس کا حکم اور ہے، اور یہی قبضہ بغیر حکومت و فوج کے جب میسر آئے تو اس کا حکم دوسرا ہے، پھر فوجی مقبوضات کی بعض چیزین مستثنیٰ بھی کی گئی ہین، الغرض جیسے حالات ہوئے ہین ان ہی کو پیش نظر رکھ کر جو حکم ان کا کتاب و سنت کی روشنی مین نظر آیا ہے، لوگون نے اس کو بیان کیا ہے،

ان ہی جزئیات میں سے ایک خاص صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی غیر اسلامی قلمرو مین ایک مسلمان امن و امان کا معاہدہ کر کے مقیم ہے، جس کا ظاہر مطلب یہی ہے، کہ امن و امان کو قائم کرنے کے لئے جو قوانین اس غیر اسلامی حکومت نے نافذ کئے ہین، ان کی پابندی کر کے وہ عہد کرتا ہے کہ اس ملک مین زندگی گزارے گا، مثلاً چوری، ڈاکہ، فریب دھوکہ وغیرہ جیسے امور اس حکومت کے آئین مین، اگر ناجائز ٹھہرائے گئے ہین، تو یقیناً اس مسلمان پر واجب ہوگا، اور اپنے اس معاہدہ کے رو سے وہ پابند ہے کہ اس حکومت کے باشندون کی کسی چیز کو ان غیر قانونی ذرائع سے لینے کی نہ کوشش کرے گا، اور نہ لے گا، اس کی خلاف ورزی غدر کے جرم کا مجرم خود اسلامی قانون اس کو قرار دے گا، یہی ہمارے فقہاء کا مذہب بھی ہے، بلکہ انھون نے تو یہان تک لکھا ہے کہ لین دین کا کوئی ذریعہ اسلامی شریعت مین اگر جائز بھی ہو لیکن اس غیر اسلامی حکومت کے آئین مین مثلاً ناجائز ہو تو اس وقت اپنے معاہدہ کے رو سے اس فعل سے بھی اس کو باز رہنا پڑے گا، خلاف ورزی کرے گا تو عہد شکنی کے جرم کا مجرم ہوگا، امام محمد نے مثالاً لکھا ہے کہ اسلامی قانون کے رو سے فرض کرو کہ کوئی بات کسی سودے مین عیب نہ ہو، لیکن اس غیر اسلامی حکومت کے قانون مین اگر وہ عیب ہے تو اس عیب پر مطلع کئے بغیر کسی خریدار کو اس سودے کا دینا، یہ بھی فریب و خیانت اور

عذر سمجھا جائے گا، ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

لیس لہ ان یدلس لھم العیب فیما یبیعہ منھم مما یجوز مثلہ فی دار الاسلام او لا یجوز۔

(امن لے کر کسی اسلامی علاقہ میں داخل ہونے والے مسلمان) کے لئے جائز نہ ہوگا کہ خرید و فروخت کی چیزوں میں وہ تدلیس سے کام لے، (یعنی عیب پوشی کرکے مال بیچے) خواہ اس عیب کے ساتھ اسلامی قانون کے رو سے اس مال کا بیچنا جائز ہو یا ناجائز ہو،

(سیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

جس کا حاصل یہی ہوا کہ امان کے اس معاہدے کے پابند ہوجانے کے بعد جب تک اس غیر اسلامی قلمرو میں اس مسلمان کا قیام رہے گا، اس کو لین دین کے سارے معاملات میں اسی غیر اسلامی حکومت کے قوانین کی پابندی خود اسلام کے رو سے ضروری ہوگی، اس پر لازم ہوگا، کہ عہد شکنی اور غدر کی تمام صورتوں سے احتراز کرے، ایک مشہور حدیث جس میں ان ہی مواقع پر عہد شکنی اور غدر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشدت ممانعت فرمائی ہے، سیر کبیر سے نقل کرنے کے بعد علامہ شمس الائمہ سرخسی نے بطور فتوی کے یہ نتیجہ نقل کیا ہے، کہ

وفی ھذا دلیل علی وجوب التحرز عما یشبہ الغدر صورۃً ومعنیً،

(صفحہ ۱۷۱)

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ غدر سے مشابہ جو باتیں بھی ہوں گی، ان سے پرہیز (اس مستامن) مسلمان کے لئے ضروری ہے، خواہ واقع میں وہ غدر اور عہد شکنی ہو، یا اس کی صورت غدر و عہد شکنی کے مشابہ ہو،

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ "بین الاقوامی اباحت" کے قانون کو بنیاد بنا کر جو یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ مسلمانوں کو اسلام نے ہر حال میں اس بات کی اجازت دے رکھی ہے، کہ جس طرح چاہیں اور جب چاہیں، جہاں چاہیں، غیر مسلم اقوام کا مال لوٹ لیں چھین لیں، چوری کرلیں، یہ کتنا بڑا اسلام اور مسلمانوں پر بہتان ہے۔

کسی غیر اسلامی حکومت اور اس کے باشندوں کے ساتھ امن و امان کی صحیح قانونی اور آئینی زندگی بسر کرنے کی شکل اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے، کہ مسلمانوں کو لین دین کے ان معاملات میں اسی غیر اسلامی حکومت کے قوانین کی پابندی پر مذہبًا مجبور کیا جارہا ہے، اور ان قوانین کی خلاف ورزی دینی حیثیت سے ان کے لئے اس حد تک ناجائز قرار دی گئی ہے، کہ صورۃً ہی نہیں بلکہ معنًا خلاف ورزی بھی ان کے لئے ممنوع ہے، جس کا مطلب یہی ہوا کہ صورۃً اگر جواز کی شکل پیدا بھی ہو رہی ہو، جب بھی قانون کی اس ظاہری شکل سے ناجائز نفع نہ اٹھانے تک کا موقع اسلام نے مسلمانوں کے لئے باقی نہیں رکھا ہے، چہ جائیکہ ان حالات میں غیر اقوام کے اموال کو چوری یا سینہ زوری سے لینا العیاذ باللہ جائز ہو،

اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ معاہدہ قولاً کیا جائے یا حالاً ہر حال میں وہ معاہدہ ہی سمجھا جائیگا، مسلمانوں کے ملک میں غیر اقوام کے لوگ اگر داخل ہوں، اور تحریرًا اور تقریرًا معاہدہ نہ بھی کریں لیکن جس حال کے ساتھ ان کا داخلہ ملک میں ہو، وہ دلالت کررہا ہو، کہ وہ امن و امان کے ساتھ رہنے اور کاروبار کرنے کے لئے آئے ہیں تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا، جو تحریری یا تقریری معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ کرنا چاہئے، امام محمد نے اسی مسئلہ کو جہاں بیان کیا ہے، اس کی شرح کرتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں،

ان تجارھم ھکذا یکون الحال بینھم وبین المسلمین یدخلون دار الاسلام من غیر ان ینادوا لطلب الامان

غیر اقوام کے تاجروں کا یہی حال مسلمانوں کے ساتھ ہے، یعنی وہ اسلامی علاقوں میں داخل ہوتے ہیں، اور اس طور پر داخل ہوتے ہیں، کہ امان کا مطالبہ علانیہ زبان سے نہیں کرتے،

(شرح سیر کبیر صفحہ ۱۹۵ جلد ۱)

جس کا مطلب یہی ہوا کہ امان کے اس معاہدہ کے لئے زبان سے کہنے یا قلم سے لکھنے کی ضرورت نہیں حال بھی اس کے لئے کافی ہے، یعنی ایسا حال جو دلالت کرتا ہو کہ اس غیر اسلامی حکومت میں یہ مسلمان آئینی زندگی بسر کرنے کے ارادے سے داخل ہوا ہے، بس یہی چیز اس کو لین دین کے ان سارے قوانین کا مذہبًا پابند بنا دے گی، جو اس ملک میں اس کی حکومت کی جانب سے نافذ ہوں، خواہ خود اپنے مذہب کے رو سے ان قوانین کی پابندی اس مسلمان کے لئے ضروری ہو یا ضروری نہ ہو،!

اور اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ مذہب کی صحیح پابندی، اور سچی اسلامی زندگی مسلمانوں کو غیر اقوام

کے مقابلہ مین کس درجہ امن پسند اور شریف ترین شہری بنا دینے مین ممد و معاون ہو سکتی ہے لیکن افسوس کہ مسلمانون کے صحیح مذہب سے ناواقف لوگون نے مسلمانون پر قابو پانے کے بعد سب سے زیادہ جس چیز کی حوصلہ شکنی کی، وہ ان کی مذہبی زندگی ہی کی کی، ان کے مذہب کا مہیب فرضی تصور قائم کیا گیا، اور پابند مذہب مسلمانون کو ایک خوفناک ڈراونا آدمی مان کر جس طرح بھی ممکن ہوا، ان کی مذہبی تعلیم اور مذہبی زندگی کے پیدا کرنے کے طریقون کو برباد کرنے کی کوشش کی گئی،

مین کہتا ہون کہ آج بھی پاکیزہ ترین امن پسند شہریون کے پیدا کرنے کا ارادہ اگر حکومت کرنا چاہتی ہے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے، کہ مسلمانون کے مذہبی علوم مذہبی تعلیم اور مذہبی زندگی کو پختہ کرنے کے جن ذرائع کو اس نے برباد کیا ہے، قصداً و عمداً برباد کیا ہے، ان کو پھر زندہ کرے، اور تجربہ کرے کہ مسلمانون کا مذہب ان کو فسادی، شورش پسند فتنہ انگیز قوم بناتا ہے، یا ان کے شہرون اور دیہاتون کو بہترین امن پسند شہریون اور آبادکارون سے بھر دیتا ہے، یہی چند مسئلے جن کا ابھی ذکر ہوا ہے، دنیا کا کوئی مذہب ہے؟ جو اپنے ماننے والون کو غیر اقوام کے ساتھ اتنے خچے تلے، صحیح تعلقات کے قائم کرنے کی تلقین کرتا ہو،

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، مسلمانون پر، مسلمانون کے دین پر، ان کی دینی تعلیم پر ظلم کیا گیا ہے، اور صرف غلط اوہام خود آفریدہ مفروضات کے زیر اثر ظلم کیا گیا ہے، ان کی مذہبی زندگی کے نظام کو تہس نہس کرکے رکھ دیا گیا ہے، ان حالات کو دل دیکھتا ہے، اور بے قابو ہو جاتا ہے، کاش! ہوتا کوئی جو مظلومون کی آواز ظالمون تک پہونچاتا، اور دنیا کی ایک بہترین امت صالحہ کی بربادی کا جو تہیہ کیا گیا ہے، ظلم کرنیوالون کو ان کے اس ظالمانہ ارادہ سے باز رکھتا، ع لکن لیس فی اللہ ار دیار؛ وحسبی اللہ نعم الوکیل،

ہان: تو گفتگو اس مین ہو رہی تھی، کہ غیر اسلامی قلمرو مین امن کے معاہدے کے ساتھ داخل ہونے والے اس مسلمان پر اسلام ہی کے قانون ایفاے عہد کی وجہ سے یہ پابندی عائد ہو جاتی ہے، کہ جس چیز کا اس نے عہد کیا ہے، اسے وہ پورا کرے، یعنی ملک کے قوانین نافذہ کی پابندی اس وقت تک کرتا رہے، اور اس پابندی کو اپنا مذہبی اور دینی فرض سمجھے جب تک اس غیر اسلامی ملک مین اس کا قیام ہے، لیکن سوال یہ کہ اس معاہدے کی وجہ سے کیا وہ اس کا بھی پابند ہو جاتا ہے، کہ جن اموال کو اسلام نے غیر معصوم قرار دیا ہے، ان کو بجائے غیر معصوم ہونے کے معصوم یقین کرے، شمس الائمہ سرخسی شرح سیر کبیر مین لکھتے ہین:-

ان اموالھم لا تصیر معصومة	امن کا معاہدہ کرکے غیر اسلامی قلمرو مین

بدخوله الیھم بامان،	جو مسلمان داخل ہوتا ہے، تو امن کے اس معاہدے کی وجہ سے (غیر مسلم اقوام کے اموال کے غیر معصوم ہونے کا جو قانون ہے وہ بدل نہین جاتا) یعنی معصوم نہین بن جاتا ہے،
(جلد ۳ صفحہ ۱۰۸)	

اور یہ بھی کھلی ہوئی بات ہے کہ پابندی تو اس پر لازم ہوگی ان ہی باتون کی جن کا اس نے معاہدہ کیا ہے یعنی وہی بات کہ لین دین مین اس ملک کے نافذہ قوانین و آئین کی پابندی کرنے کا، جو طریقہ اس ملک کے دستور مین غیر آئینی قرار دیا گیا ہو، اس سے احتراز اپنے اس معاہدہ کی بنیاد پر اس پر مذہباً واجب ہے لیکن یہ بات کہ جن اموال کو خدا نے غیر معصوم قرار دیا ہے، قرآن مین جن کی ذمہ داریون سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے برأت کا اعلان کیا گیا ہے، ان ہی کے متعلق خواہ مخواہ آخر وہ یہ کیون باور کرلے کہ وہ معصوم ہو گئے، اس بات کا جب اس نے معاہدہ ہی نہین کیا ہے، تو اس کی پابندی بھی اس پر کیون لازم ہوگی،

بہرحال کچھ بھی ہو آپ دیکھ رہے ہین کہ فقہاے اسلام کے نزدیک امن کا یہ معاہدہ اس مسلمان کے لئے یہ ضروری نہین ٹھہراتا کہ غیر معصوم اموال کو وہ بلاوجہ معصوم یقین کرنے لگے،

اب ان امور کے طے ہونے کے بعد یہ سوال ہوتا ہے، کہ اس غیر اسلامی حکومت کے قوانین نافذہ کی پابندی جیسے اس پر لازم ہے، خواہ اسلام ان قوانین کا اسے پابند بناتا ہو یا نہ بناتا ہو اسی طرح اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے، جو اس کے برعکس ہو یعنی لین دین کا مثلاً ایک طریقہ اسلام مین ناجائز ہے، مگر اس غیر اسلامی حکومت کے قوانین کی رو سے لین دین کا وہی طریقہ جائز قرار دیا گیا ہو، اس ملک کے باشندے باہم رضامندی کے ساتھ اموال کا تبادلہ اس ذریعہ سے کرتے ہون، اور حکومت بھی ان ذرائع سے اپنے ملک کے آبادکارون کو دیتی دلاتی ہو،

اب لین دین کے انہی طریقون سے جو اس ملک کے قانون کے رو سے تو جائز طریقے ہین لیکن اسلامی آئین کے رو سے ناجائز ہین ان ہی مین سے کسی ایک طریقہ سے غیر معصوم مال اسی مسلمان کے ہاتھ لگتا ہے مثلاً شراب کے معاوضہ مین اسی ملک کے کسی غیر مسلم باشندے کے دس روپے اس مسلمان کے قبضہ مین آجاتے ہین، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی آئین کے رو سے اس روپے کے متعلق کیا فتوی دیا جائے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ معاملہ شراب فروشی کا جو اس مسلمان نے کیا چونکہ اسلامی قانون کے رو سے ایک ناجائز معاملہ ہے، یعنی کسی

مسلمان کے لئے اس معاملہ کا کرنا جائز نہین ہے، اور اگر کوئی کرے گا تو معاملہ فاسد اور غلط قرار دیا جائے گا، اس لئے بذات خود تو یہ معاملہ یقیناً فاسد اور غلط ہو گیا، کیونکہ اس کا کرنے والا مسلمان ہے، اور مسلمان خواہ کہین ہو، کسی ملک مین ہو اپنے مذہب کے احکام کی پابندی ہر حال مین اس کے لئے ضروری ہے، سیر کبیر میں امام محمد اپنے اور اپنے استاد امام ابو حنیفہ کا مذہب ہر جگہ یہی نقل کرتے چلے گئے ہین کہ

المعاملة فی دار الحرب و دار الاسلام سواء فی حق المسلم (جلد ۴ صفحہ ۱۳)	مسلمانون کے لئے معاملہ کی نوعیت دار الاسلام اور دار الحرب (یعنی اسلامی و غیر اسلامی قلمرو دونون مین) برابر ہے،

اور شمس الائمہ سرخسی اسی کے بعد بطور تشریح کے لکھتے ہین، کہ

لانہ مُستلزم حکم الاسلام حیث ما یکون، (جلد ۴ - ص ۱۴)	کیونکہ اسلامی احکام و قوانین کی پابندی کا ذمہ دار مسلمان ہر جگہ ہے جہان کہین بھی وہ ہو،

پس کوئی شبہ نہین کہ مسلمانون کا کیا ہوا، یہ معاملہ بذاتِ خود تو ختم ہو گیا، لیکن سوال اس روپیہ کے متعلق ہے جو اس مسلمان کے ہاتھ مین پہونچ گیا ہے، ظاہر ہے کہ معاملہ اگرچہ بذاتِ خود ختم ہو گیا، لیکن یہ بات کہ شراب لے کر دینے والے نے اس کو جو روپیہ دیا ہے، وہ اپنی رضامندی سے دیا ہے، کیا یہ بھی ایک واقعہ نہین ہے؟ یقیناً اس کی مثال وہی ہے جس کا ذکر تمہیدی مقدمات مین مین نے کیا تھا، کہ شراب بیچنے والے مسلمان کے معاملہ کو حکومت باطل بھی قرار دے لیکن اسی مسلمان پر یہ الزام اگر قائم کیا جائے، کہ شراب بیچنے پر وہ راضی ہو گیا تھا، تو اس واقعہ کا انکار اس وجہ سے وہ قطعاً نہین کر سکتا، کہ اس کے معاملہ کو تو حکومت نے فسخ کرا دیا، کیونکہ معاملہ لاکھ فسخ ہوا ہو، مگر معاملہ تو اس نے اپنی رضامندی سے کیا تھا، اسی طرح جب غیر اسلامی ملک مین شراب لے کر روپیہ کا لین دین ایک عام قانونی فعل تھا، تو دینے والے نے اس مسلمان کو یہ روپیہ یقیناً اپنی رضامندی سے دیا ہے، اپنی حکومت کی رضامندی سے دیا ہے، اور اس مسلمان نے روپیہ لینے کی حد تک قطعاً نہ اس غیر مسلم کو دھوکہ دیا ہے، نہ اس نے فریب کیا ہے، اور نہ اس غیر اسلامی حکومت کے کسی قانون کو توڑ کر عہد شکنی اور غدر کا مجرم ہوا ہے، ایک بات تو یہ ہوئی، اور دوسری طرف وہ روپیہ ایک غیر معصوم مال ہے تو واقعہ کی صورت اب یہ ہوئی، کہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کئے بغیر دینے والے کی رضامندی سے ایک غیر معصوم مال

اس مسلمان کے قبضہ مین آیا ہے، اور اب یہی سوال کی حقیقی صورت ہے، بتایا جائے کہ اس مال کے مالک ہونے اور اس مین تصرف کرنے سے اب اس مسلمان کو کونسی چیز روک سکتی ہے، آ دو ہی چیزین روکنے والی ہو سکتی ہین، مال کا معصوم ہونا، سو وہ بھی نہین ہے، معاہدہ کی خلاف ورزی یعنی غدر کے جرم کا ارتکاب آپ دیکھ رہے ہین کہ یہان اس کا بھی کوئی شائبہ نہین ہے، پس یہی امام ابو حنیفہ کا فتویٰ ہے، کہ ایسی صورت مین اس مسلمان کو اس مال کے نا مالک قرار دینے کی کوئی وجہ نہین ہو سکتی ہے، بلکہ ایک مباح مال پر بغیر کسی فریب اور غدر کے چونکہ اس کا قبضہ ہو گیا ہے، اور اس قسم کا قبضہ مسلمان کو مال مباح کا چونکہ مالک بنا دیتا ہے، اس لئے وہ اس کا مالک ہو گیا، اور جیسا کہ ابن ہمام نے لکھا تھا،

فکان ھذا اکتسابا مباحا من المباحات کالاحتطاب و الاصطیاد،	پس مباح اور جائز اموال مین سے ایک مباح اور جائز مال کا یہ کمانا اور حاصل کرنا ہوگا، تو اس کی مثال ایسی ہو گی کہ لکڑہارے نے (جنگل) کی لکڑی کاٹی (اور اس کا مالک ہو گیا) یا شکار کا شکاری شکار کرنے کی وجہ سے ہو جاتا ہے،

اس لئے وہی بات صادق آئی، جو اموالِ غیر معصومہ کے قبضہ کے متعلق امام محمد کے حوالہ سے گذر چکی ہے، کہ

فانما خوذ لمن اخذہ ولا خمس فیہ، (جلد ۳ صفحہ)	پس جو مال اس راہ سے حاصل کیا گیا، وہ اسی کا ہوگا، جس نے اُسے حاصل کیا، اور اس مین (حکومت کا) خمس (یا پانچوان حصہ) نہ ہو گا،

اور جس طرح شراب کے اس قصہ کا یہ حال ہے، یہی کیفیت لین دین کے ان تمام طریقون کی ہو گی، جو اسلامی قانون کے رو سے تو نا جائز ہین، لیکن جس حکومت سے امن کا معاہدہ کر کے وہ مسلمان اس کے قلمرو مین مقیم ہے اس کے آئین مین ان معاملات کو لین دین کا جائز ذریعہ قرار دیا گیا ہے، شمس الائمہ سرخسی شرح سیر کبیر مین یہ ارقام فرمانے کے بعد

باعھم میتة او اخذ مالھم	ان غیر مسلم لوگون کے ہاتھ (اسی غیر اسلامی

بطریق القمار فذلک کلہ طیبٌ لہٗ،

علاقہ مین اگر وہ مستامن مسلمان) مردار کو فروخت کرے، یا جوے کے ذریعہ سے ان کا مال لے، تو یہ سب اس کے لئے طیب ہے،

لکھتے ہین کہ

ھٰذا کلہ قول ابی حنیفۃ و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما (جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)

یہ سارے فتوے امام ابو حنیفہ، اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہین،

اور یہ تو خیر پھر بھی جزئیات ہین، کلیہ اصلی یہ ہے کہ

اذا دخل المسلم دار الحرب بامانٍ فلا باس بان یاخذ منھم اموالھم بطیب انفسھم بای وجہ کان،

امن کا معاہدہ کرکے، غیر اسلامی قلمرو مین مسلمان جب داخل ہوا تو اس مین کچھ ہرج نہین، ہو کہ (اس غیر اسلامی علاقے کے غیر مسلم باشندون) کے اموال کو ان کی رضامندی سے لے، خواہ یہ لینا کسی طریقہ سے ہو،

اور اسی بات کو جسے مین تفصیل سے بیان کرآیا ہون وہ ان الفاظ مین ادا کرتے ہین، کہ

لان اموالھم لا تصیر معصومۃ بدخولہ الیھم بامان ولکنہ ضمن بعقد الامان ان لا یخونھم فعلیہ التحرز من الخیانۃ،

(جلد ۳ صفحہ ۱۷۰)

کیونکہ اس غیر اسلامی علاقے مین امن کا معاہدہ کرکے مسلمان کا ہونا اس کی وجہ سے (ان غیر مسلم اقوام) کا مال معصوم نہین ہوجاتا، البتہ امن کے معاہدہ نے اس مسلمان کو اس بات کا پابند بنا دیا ہے، ان لوگون کے ساتھ خیانت، اور بددیانتی نہ کرے، اس لئے ضرور ہے کہ وہ خیانت اور بددیانتی سے پرہیز کرے،

بہر حال یہان سمجھ لینے کی کل اتنی سی بات ہے، کہ اس مسلمان کو مالک جو اس غیر معصوم مال کا قبضہ کے بعد قرار دیا جاتا ہے، تو اس کی وجہ یہ نہین ہے کہ اس معاہدہ کو العیاذ باللہ اس کے مالک ہونے مین کسی

حیثیت سے بھی کچھ بھی دخل ہے، گذر چکا کہ اس راہ سے تو ایک پیسہ بھی لینا مسلمان کے لئے حرام ہے، خواہ وہ کسی علاقہ مین ہو، اسلامی مین ہو یا غیر اسلامی مین، بلکہ اسی لئے کہ اس معاملہ کے کرنے مین چونکہ مسلمان بھی شریک ہے، اسی وقت وہ معاملہ فاسد اور غلط ہو کر رہ جائے گا، لیکن باوجود غلط اور فاسد ہو جانے کے اس واقعہ کی دلیل ہونے سے اس معاملہ کے متعلق کیسے انکار کیا جاسکتا ہے، کہ دینے والے نے مسلمان کو اپنا مال بغیر فریب اور دھوکہ کے قطعی اپنی رضامندی سے دیا ہے، ایسے ذریعہ سے دیا ہے کہ بجائے مسلمان کے کوئی غیر مسلم اگر ہوتا، تو یقیناً اوس سے اس مال کو واپس لینے کا کوئی حق اس کو اس لئے نہین ہو سکتا تھا کہ اپنی رضامندی سے اس نے دیا ہے، اور واپس لینا بھی چاہے تو حکومت بزور اس واپسی سے اس کو روکے گی، پس رضامندی کے واقعہ کے ثبوت کے سوا بذاتِ خود یہ معاملہ کالعدم ہو جاتا ہے، اور مسلمان اس مال کا مالک اس معاملہ کی وجہ سے نہین بلکہ اس بنیاد پر اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ غیر معصوم مال کے قبضہ نے اس مال کا مسلمان کو مالک بنا دیا ہے، امام محمد فرماتے ہین،

حین اخذ المال فانما اخذ المباح علی وجہ منعہ من الغدر فیکون ذٰلک طیباً لہٗ

(ج ۲ صفحہ ۱۷۹)

مسلمان نے اس مال کو جس وقت لیا تو اس طور پر لیا کہ ایک مباح اور جائز مال کو وہ اس طرح لے رہا ہے کہ عہد شکنی کے وہ منافی نہین ہے، پس ایسا مال اس مسلمان کے لئے طیب اور پاک ہو گیا،

اسی مفہوم کو مبسوط مین شمس الائمہ نے ان الفاظ مین ادا کیا ہے،

یتملک المال بالاخذ لا بھذہ الاسباب،

مال کا مالک قبضہ کی وجہ سے ہوا نہ کہ ان معاملات کی وجہ سے،

علامہ کاشانی نے اور مختصر فقرہ اسی کی تعبیر مین یہ لکھا ہے، کہ

یثبت الملک بالاخذ لا بالعقد،

ملک قبضہ کی وجہ سے ثابت ہوئی نہ کہ معاملہ کی وجہ سے،

اب فرض کیجئے کہ کوئی غیر اسلامی حکومت ایسی ہے جس کے قانون مین بذریعہ ربوا یعنی سود دعایا کا مالی لین دین ناجائز ہے، اور اسی ملک مین امن کا معاہدہ کرکے مسلمان داخل ہوا تو ظاہر ہے کہ ربوا کے ذریعہ

سے کسی غیر معصوم مال پر قبضہ کرنے کا موقعہ اس کو اگر مل جائے، تو اس کا وہ قطعاً مالک نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ یہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہے، جو اس غیر اسلامی حکومت ہی سے اس نے کیا ہے، لیکن یہ صورت اگر نہ ہو بلکہ جیسے شراب فروشی وغیرہ کے معاملات اس غیر اسلامی حکومت مین لین دین کے جائز ذرائع تھے، اسی طرح سود (ربوا) بھی اس ملک کے قانون مین اگر لین دین کا جائز ذریعہ ہو اس ذریعہ سے جو روپیہ لوگون کے ذمہ واجب ہوتا ہو دعوی کرنے پر حکومت اس کے دلانے کی ذمہ دار ہو، تو سوال ہے، کہ کسی غیر معصوم مال پر اس مسلمان کا قبضہ شراب والی نہین، اسی ربوا والی صورت کے ساتھ ہو جائے، تو ظاہر ہے جو جواب معاملات کی ان صورتون مین دیا گیا تھا، جن مین معاملہ بجائے خود غلط اور فاسد ہو کر ختم ہو جاتا تھا، لیکن دینے والے کی رضامندی کی دلیل بن کر ختم ہوتا تھا، کیا ربوا مین بھی بجنسہ یہی ساری باتین نہین پائی جاتی ہین، چونکہ ربوا کے اس معاملہ کا کرنے والا ایک طرف مسلمان ہے، اور مسلمان جہان کہین بھی ہون، اس فعل کے کرنے کے مذہباً مجاز نہین ہین، اس لئے اسلامی آئین کے رو سے یہ معاملہ یقیناً کالعدم ہو کر ختم ہو گیا، لیکن اس کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے کہ دینے والے نے بجائے دس کے مثلاً اس مسلمان کو جو بیس روپے جو دیئے ہین، یقیناً اپنی رضامندی، اپنی حکومت کی ہی منشا سے دیئے ہین، پھر جن بنیادون پر مذکورۂ بالا صورتون مین کوئی چارہ اس کے سوا اسلامی اصول و قواعد کی بنا پر نہ تھا، کہ ان غیر معصومہ اموال کا اس مسلمان کو مالک قبضہ کرلینے کے وجہ سے قرار دیا جائے تو ربا کرد بوا والی اس شکل مین آپ مال کے ایک جائز آمدنی مالک کے مالک ہونے سے کیسے انکار کر سکتے ہین، کس بنیاد پر کر سکتے ہین،

بلاشبہہ اسلام مین سود حرام ہے، لیکن سود کی تعریف جیسا کہ ملک العلماء کاشانی نے لکھا ہے

الربا اسم لفضل یستفاد بالعقد،	ربوا (سود) اس زیادتی کا نام ہے جسے عقد اور معاملہ کے ذریعہ سے حاصل کیا جائے،

اور یہان معاملہ جب سرے سے باطل ہو کر ختم ہی ہو گیا تو کسی مال کے مالک بنانے کا ذریعہ بھلا وہ کیا ہو سکتا ہے، البتہ یہ باطل ہونے والا معاملہ اس واقعہ کی قطعی دلیل ہے، کہ دس کے معاوضہ مین بیس روپیہ دینے والے نے اس مسلمان کو جو دیئے ہین، وہ اپنی اور اپنی حکومت کے قانون کی رضامندی سے دیئے ہین، پھر کیا کسی واقعہ کو واقعہ ہی یقین کرنا یا جو چیز اس واقعہ پر دلالت کر رہی ہو اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس

واقعہ پر وہ دلالت کر رہی ہے، یہ کوئی ناجائز بات ہے، خلاصہ یہ کہ اس مقبوضہ کا مالک اس مسلمان کو قرار دیا جائے، اس کی کوئی وجہ نظر نہین آتی، اور جو چیز ایک مسلمان کی ملک ہو چکی ہے، بتایا جائے کہ آخر کس دلیل سے اس بیچارے مسلمان کو اپنی جائز مملوکہ شے کی ملک سے محروم کیا جائے، جو لوگ محروم کرنا چاہتے ہین، ان کو چاہئے کہ اس کو محروم قرار دینے پر دلیل پیش کرین، اور یہی تفصیل ہے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوی کی جو سیر کبیر اور اس کی شرح مین بایں الفاظ یا اسی کے قریب قریب دوسرے الفاظ مین پایا جاتا ہے، مثلاً کبھی کہا جاتا ہے، کہ

ان الربا لا یجری بین المسلم و الحربی فی دار الحرب، (شرح سیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۳)	قطعاً ربوا (سود) مسلمان اور حربی کے درمیان جاری نہین ہوتا، غیر اسلامی حکومت کے قلمرو مین (یعنی دار الحرب مین)

یا اسی کی تعبیر دوسرے الفاظ مین یون کی گئی ہے، اسی سیر کبیر کی شرح مین ہے،

لو باعھم درھما بدرھمین او باعھم میتۃ بدراھم او اخذ مالا منھم بطریق القمار فذلک کلہ طیب لہ، (صفحہ ۱۷۵)	اگر وہی مستامن مسلمان ان لوگون کے ساتھ (یعنی غیر اسلامی حکومت کے غیر مسلم باشندون کے ساتھ) یہ معاملہ کرے کہ ایک درہم کو دو درہم کے بدلے بیچے (یعنی سود لے) یا مردار فروخت کرکے دراہم لے، یا ان سے مال جوے کی راہ سے لے، تو یہ سارے اموال اس کے لئے طیب ہین

تو اس کا مطلب یہ نہین ہے، کہ جس مال کا مالک ان صورتون مین اس مسلمان کو قرار دیا جارہا ہے، اور اس مملوکہ مال کے استعمال کو اس کے لئے طیب و پاک ٹھیرایا جارہا ہے، کہ مثلاً وہ سود اور سود کی آمدنی تھی، وہ باوجود سود اور سود کی آمدنی ہونے کے پھر بھی اس کو اس مسلمان کے لئے حلال ہونے کا فتوی العیاذ باللہ دیا جارہا ہے، بلکہ بات وہی ہے کہ مسلم وحربی کے درمیان ایسی صورت مین معاملہ ہوا ہی نہین، اور جس مال کا قبضہ کرنے کے بعد وہ مالک ہوا ہے، سرے سے سود ہی نہین ہے، عام فقہاء کے الفاظ

لا ربوا بین المسلم والحربی فی	مسلم اور حربی کے درمیان ربوا نہیں

دار الحرب، ہوتا دار الحرب مین،

جس کے متعلق یہ بھی دعوی کیا جاتا ہے کہ مکحول کی حدیث کے یہ الفاظ ہین، وہ حدیث ہے یا نہین اس کی بحث تو آگے آئے گی، سر دست مجھے یہ کہنا ہے کہ اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ سرے سے وہ ربوا ہی نہین ہے، جیسے اسی سے پہلے متون مین یہ الفاظ پائے جاتے ہین،

لا ربوا بین العبد والمولی، نہین ربوا ہے آقا اور غلام کے درمیان'

یعنی عبد و غلام کا مال چونکہ غلام کا نہین، بلکہ مولی (آقا) ہی کا مال ہوتا ہے، تو ظاہر ہے کہ خود اپنا مال مالک کے لئے سود کیسے ہو سکتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے، کہ چند مدون مین تقسیم کرکے جو اپنی آمدنی جمع کرتا ہو، اور ضرورت کے وقت ایک مد سے دس روپیہ لے کر خرچ کرے، اور دوسری مد سے بجائے دس کے اس مین بیس روپیہ جمع کر دے، تو کیا یہ سود ہوگا؟

بہر حال یہ ہے اس مسئلہ کی تفصیل جسے لوگون نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بایں الفاظ منسوب کر دیا ہے، کہ وہ دار الحرب مین حربی سے سود لینے کو جائز سمجھتے ہین، پھر اصل حقیقت سے جو ناواقف ہین، وہ اپنے قلوب مین امام صاحب کی طرف سے طرح طرح کی بدگمانیان پیدا کرتے ہین، ان کو غلط فہمی ہوگئی ہے، کہ باوجود ربوا ماننے کے امام ابو حنیفہ ربوا کی اس خاص صورت کو حرمت کے حکم سے مستثنیٰ کرتے ہین، لیکن آپ دیکھ رہے ہین، کہ امام پر یہ کتنا بڑا بہتان ہے، واقعہ کی جو صورت خود حنفی مذہب کی مستند کتابون کے حوالہ سے آپ کی خدمت مین پیش کی گئی، کیا اس کے پڑھ لینے کے بعد جو خاکسار نے دعوی کیا تھا، کہ امام صاحب جس چیز کے حلال وطیب ہونے کا فتوی دے رہے ہین' اس کے حلال وطیب ہونے کے دلائل کے پیش کرنے سے پہلے میرا تو ان ہی لوگون سے سوال ہے کہ اس کی حرمت اور عدم جواز کی اگر کوئی دلیل رکھتے ہین، تو اسے سامنے لائین، کیا بیجا دعوی تھا؟ اور اب بھی مین اپنے اس دعوی پر قائم ہون، کہ امام جس چیز کو حلال قرار دے رہے ہین، اس کے حرام تو حرام، مکروہ، بلکہ خلاف اولی یا مقتضائے احتیاط کے خلاف ہونے کی بھی کوئی دلیل کسی حیثیت سے بھی پیش نہین کر سکتا، اسی لئے آپ دیکھ رہے ہین کہ حلال ہی نہین، امام رحمۃ اللہ علیہ اس کو طیب کہنے سے بھی نہین جھجھک رہے ہین، اور جھجکنے کی کوئی وجہ بھی تو نہین ہے، جو کچھ اب تک کہا جا چکا ہے، اگر اسی پر قناعت کر لی جائے اور مزید تائید مین کوئی دوسری چیز نہ پیش کی جائے، جیسا کہ ابن ہمام نے مکحول والی روایت پر

بحث کرتے ہوئے لکھا ہے،

وفی التحقیق انہ لو لم یرد خبر مکحول اجازۃ النظر المذکور اعنی کونہ مالاً مباحاً الا لعارض لزوم الغدر

(فتح القدیر جلد ۵ ص ۳۰۱)

تحقیقی بات یہ ہو کہ اگر مکحول والی روایت نہ بھی نقل ہوتی، جب بھی مذکور بالا بحث کا اقتضا بھی یہی ہے، (یعنی اس قسم کا مال سود نہین ہے) مذکورۂ بالا بحث سے میری مراد وہی ہے (یعنی اس مال کا مال مباح ہونا جو کسی عارضی وجہ سے یعنی عہد شکنی وغدر کی وجہ سے مباح باقی نہین رہتا،

جس کا مطلب وہی ہے کہ غیر معصوم اور مباح ہونے کی وجہ سے اس قسم کا مال مسلمانون کے لئے بجائے خود حلال ہے، ہان معاہدے کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے، لیکن جہان معاہدے کی خلاف ورزی بھی لازم نہین آرہی ہو، تو اب اس کے نہ حلال ہونے کی وجہ ہی کیا ہو سکتی ہے، بلکہ جہان تک مین غور کرتا ہون اگر ادب مانع نہ آتا، تو کہا جا سکتا ہے، کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرنے والون کے پاس شاید اختلاف کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہین ہے، جس سے ان کے اختلافی خیال کی تائید ہو سکتی ہے، مین قطعاً یہ سمجھنے سے قاصر ہون کہ جس مال کا مالک اس مسلمان کو حضرت ابو حنیفہ قرار دے رہے ہین، اسی مال کے ناجائز یا اس مسلمان پر اس کے حرام ہونے کی دلیل آخر اختلاف کرنے والے حضرات کیا پیش کر سکتے ہین، میرے نزدیک تو ان کی تائید نہ کسی قرآنی آیت سے ہوتی ہے، نہ کسی حدیث سے نہ کسی صحابی کے اثر سے، حتی کہ کوئی قیاسی بات بھی تو ایسی نظر نہین آتی، جس کی بنیاد پر اس مسلمان کو اپنی ایک مملوکہ چیز سے محروم کرنے کا فتوی دیا جا سکتا ہو، (باقی)

عزیز لکھنوی کے قصائد

از

جناب غلام مصطفیٰ خان صاحب ایم اے ایل ایل بی علیگ لکچرار ایڈورڈ کالج امراوتی برار

مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ عزیز لکھنوی کی شاعری پر لکھنے سے پہلے ان کی زندگی کے کچھ حالات بھی بیان کر دیئے جائین، ان کا نام محمد ہادی، اور تخلص عزیز، آباو اجداد کا مسکن کشمیر تھا، لیکن اب کئی پشتون سے لکھنؤ مین متوطن تھے، ۱۲۹۸ھ ۱۸۸۱ء مین عزیز پیدا ہوئے، اور بچپن ہی سے عربی و فارسی علوم رسمیہ کا اکتساب کرنے لگے، اور خصوصاً مولوی شیخ فدا حسین اور آغا حاذق سے زیادہ استفادہ کیا، شاعری کا ذوق پیدا ہوا تو مختلف باکمال اساتذۂ لکھنؤ سے مستفیض ہوئے، یہان تک کہ ۱۹، ۲۰ برس کی عمر سے اپنی فکر صائب، ذوق سلیم، جدت طرازی اور ذہانت کی وجہ سے بڑے خوش گو شاعر سمجھے جانے لگے، مولانا ابو الکلام آزاد، شرر، اور مولانا عبد الماجد دریابادی وغیرہ ان کی داخلی شاعری کے مداح ہین اور اکبر الہ آبادی نے کہا ہے:-

سخن مین اور تو اہلِ تمیز ہی ہین فقط
شہید جلوۂ معنی عزیز ہی ہین فقط[1]

ان کی غزلین جو دہلوی رنگ اور لکھنوی زبان مین ہین، ایک زمانہ ہوا، گلکدہ کے نام سے شائع ہو چکی ہین، اور ان کی مدحیات یعنی صحیفۂ ولا کی اشاعت غالباً ۱۹۳۱ء مین ہوئی، اس کے چار سال بعد یعنی ۱۹۳۵ء مین دنیا سے رخصت ہوگئے، ہم کو یہان محض ان کی مدحیات پر کچھ کہنا ہے:-

اس مین کوئی شک نہین کہ ہمارے یہان اب قصیدہ گوئی کا رواج بہت کم ہوگیا ہے، کچھ تو اس وجہ سے کہ اب وہ دربار یا ویسے لوگ نہین رہے، جہان اس کی قدر کی جاتی، اور کچھ اس بنا پر کہ قصیدون کی طوالت، اظہار قابلیت، تصنع اور تکلف کا زمانہ بھی نہین رہا، خود شعراء ہی اب

[1] منتخب کلام برائے جماعت بی اے، (علی گڑھ) کے ص ۵۳ - ۵۵ سے یہان تک اخذ کیا گیا،

بہت کم ایسے ملین گے جو اعلیٰ قابلیت سے بہرہ ور ہون آج مغربی رو کی بنا پر ہماری ہر چیز کو مغربی کسوٹی پر پرکھا جا رہا ہے، لیکن خود مغربی ادیبون مین ایک بھی ایسا نہ ملے گا، جو اس قسم کی شاعری کو سمجھ سکے، وہ قصیدہ کو خوشامد اور دروغ سمجھے اور وہ کیا جانین کہ کس ماحول کی وجہ سے بہت سی باتین اس صنف مین داخل ہوئین، اسی لئے براؤن جیسے فاضل نے جو مولانا شبلی کے صحیح ادبی ذوق کے اعتراف کے ساتھ اپنے ذوق کی کمی کا ہمیشہ معترف رہا، نظامی اور جامی کا موازنہ خود نہین لکھا، بلکہ ایک ایرانی ادیب شیخ اللہ بہرہ ور سے لکھوایا، بات در اصل یہ ہے کہ ہماری فارسی یا اردو شاعری کا مطالعہ بغیر تاریخی اور سیاسی حالات کے معلوم ہوئے مشکل ہے، علامہ شبلی نے اپنی اعلیٰ تاریخ دانی کی وجہ سے شعر العجم مین بڑی پتے کی باتین کہی ہین، جو قصیدہ گوئی کے لئے خصوصاً بہت صحیح ہین، اُن کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ سلاطین کی ناہموار طرز حکومت کی وجہ سے شعرا مجبور تھے کہ بادشاہ اگر دن کو رات کہے، تو تم کہو کہ واقعی تارے نظر آرہے ہین، مثلاً بنو امیہ کی ظالمانہ حکومت نے آزادی و حریت کے جذبہ کو بالکل پامال کر دیا تھا، اور مذہبی لوگون کو شکایتین ملین، تو انھون نے قضا و قدر کا مسئلہ پھیلایا، گو کہ معتزلہ نے اس کی مخالفت کی، لیکن بعد مین شاعرون کی وجہ سے بادشاہ کی عزت، خدا کی عزت سمجھی گئی، اور اُس کی توہین کو خدا کی توہین، کہا گیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ اخلاقی شاعری تک مین احسان، تواضع، حلم، عفو، سخاوت، توبہ وغیرہ کے متعلق سیکڑون اشعار نظر آنے لگے، لیکن دلیری اور آزادی کے مضامین خال خال رہے، بلکہ ناپید ہی ہوگئے، سلاطین کی اس ناہموار حکومت کے بعد پھر خود اُن کی ناپائداری کا دور آیا، آج ایک بادشاہ تخت پر ہے اور کل تختہ پر نظر آرہا ہے، ایک شخص سر پر لکڑی کا بوجھ لئے پھرتا ہے، اور کل مالک تخت و تاج ہو جاتا ہے، چنانچہ دنیا کی اسی بے وفائی اور بے ثباتی نے متصوفین کی جماعت کو بڑھایا، اور قناعت اور توکل کے مضامین کو مدارج ارتقا تک پہنچایا،

غرض کہ ایسے تاریخی ماحول پر نظر رکھتے ہوئے، ہمارے شعراء کا کلام دیکھا جائے گا، تو قصیدہ نگارون کی دروغگوئی خوشامد اور تذلیل نفس کی باتین بڑی حد تک حق بجانب سمجھی جائین گی، خود اسی زمانہ کے حالات پر نظر غائر ڈالئے کہ ہمارے یہان کا بڑے سے بڑا شاعر آج کل ناچ گانے اور سینما کو (اپنے ذوق کے پست ہو جانے کے اندیشہ کے باوجود) ہم خرما و ہم ثواب سمجھے ہوئے ہے،

اس طویل مقدمہ کی ضرورت اس لئے ہوئی، کہ آپ کو معلوم ہو سکے، کہ قصیدے مین بے جا طوالت، تکلف اور تصنع کا ادخال کیونکر ہوا، اور یہ اجزاے ترکیبی کس طرح اس کے لئے ضروری سمجھے جانے لگے، اور جب اس صنفِ شاعری نے ایک مستقل صورت اپنے لئے پیدا کر لی، تو بعد کے

شعرانے اگرچہ دنیوی ممدوحون کو چھوڑ کر نعت اور منقبت بھی لکھی، تو اُسی طریقہ پر لکھی، چنانچہ آپ سودا، لطف، شہیدی محسن، غالب وغیرہ کے یہان جو قصائد دینی ممدوحون کے متعلق پائین گے، ان مین کوئی تلوار گھوڑ ہاتھی اور باز وغیرہ کی تعریف لکھ رہا ہے، کوئی بہار، شباب، شراب کے علاوہ علمی مصطلحات و تصنعات، اور متھرا، بندرابن، سری کرشن اور گوپیون وغیرہ کا بھی ذکر کر رہا ہے، جو بظاہر عجیب وغریب ہے، لیکن قصیدہ کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

بہرحال ایسی قصیدہ نگاری کے لئے شاعر کو کسی دنیوی صلے کی توکیا، کسی واہ واکی پروا بھی نہین ہوتی، وہ، سنا بھی لکھتا ہے تو عقیدت کا اظہار ہی اس کی داد کے لئے کافی ہے، چنانچہ عزیز کے قصائد سامعین و قارئین کی داد کے لئے نہین، بلکہ لکھنؤ کے کوئی مجتہد ناصر حسین صاحب کی ہمت افزائی پر لکھے گئے ہون گے، وہ اس کے متعلق اشارہ بھی کرتے ہین، جگہ جگہ اُن کے لئے دعائین بھی کرتے ہین، مثلاً :-

دکھادون اب تمھین وہ قطرۂ دریا نما شیوہ	یہ ہین ناصر حسین آئینہ دار علم ربانی
ہوئی ناخن تحقیق کھولے جس نے سب عقدے	امورِ شرع مین مشکل کشائی کی بہ آسانی
مدد اُس کی نہ کیونکر رکش خون شہیدان ہو	نظر آتے ہین جس مین جلوۂ اسرار ربانی
دلِ کعبہ ہوا جس طرح وجہ اللہ سے روشن	کیا ہے قلب ایمان آپ نے اس طرح نورانی
مجھے جرأت نہ تھی ہر آپ ہی کی داد سے ورنہ	کہان اک چاکر قنبر کہان شہ کی ثنا خوانی

اور آخر مین اس طرح دعا دی ہے،

صلے مین اس قصیدہ کے بجز اس کے نہین خواہش	ہمارے حجۃ الاسلام کی ہو عمر طولانی

اسی طرح صحیفۂ ولا کے صفحات ۲۰، ۸۰، ۱۰۸، ۱۴۶، ۱۹۰ پر بھی اُن کی مدح ہے، یا اُن کے لئے دعا ہے اور یہ قصیدے انھون نے جیسا کہ صفحات ۲۲۱-۲۸۳ سے معلوم ہوتا ہے، قریب ۱۳۱۵ھ کے پہلے ہی شروع کر دیے ہون گے، اور کم از کم ۱۳۴۵ھ تک ضرور کہے ہون گے، اس کی تدت انھون نے مقدمہ مین بتائی بھی ہے، کہ

ازل سے ہے مجھے شوقِ غلامی	مری گردن مین ہے طوقِ غلامی
تعلق میرا اصحابِ کسا سے	تمسک دامن آلِ عبا سے
دلِ افسردہ گو بیت الحزن ہو	رگون مین دورِ صہبائے سخن ہو

ٹپک ہے کب سے دل کے آبلے مین	کٹے پینتیس سال اس مشغلے مین

اب ہم ان کی قصیدہ گوئی کی طرف آتے ہین، اور پہلے اُن کی خارجی خصوصیات کو لیتے ہین،

(۱) ان کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے قصائد کے لئے مختلف شعرار کی زمینین اختیار کرتے ہین، وہ اس خصوصیت کے وہ شروع ہی سے پابند نظر آتے ہین، اُن کا گلکدہ اٹھا کر دیکھئے، اکثر مقامات پر میر[1] سے زیادہ غالب کی زمینین نظر آئین گی، مثلاً غالب کہتے ہین :-

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا	کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

عزیز اپنی غزل اس طرح شروع کرتے ہین،

سچ کہو دل پر اثر کیا ہو گا ایسے تیر کا	توڑ دیتی ہے نگہ جب آئینہ تصویر کا

غالب نے کہا تھا :-

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا	اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

یہ زمین داغ اور امیر وغیرہ نے بھی اختیار کی تھی، اور عزیز لکھتے ہین،

غم عشق اگر ملا تھا، تو کبھی قرار ہوتا	کوئی زور دل پہ ہوتا کوئی اختیار ہوتا

غالب کی غزل تھی،

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہین رہا	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

عزیز نے کہا ہے :-

---

[1] میر کی غزل شروع ہوتی ہے :-

دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا	اب جس جگہ کہ داغ ہے یان پہلے درد تھا

عزیز اس طرح شروع کرتے ہین :-

دل مین جو ہین سکون ہوا جسم سرد تھا	وہ مدت حیات تھی جب تک کہ درد تھا

آتش کہتے ہین :-

وحشت آگین ہے فسانہ میری رسوائی کا	عاشقِ زار ہون اک آہوے صحرائی کا

عزیز کی غزل ہے :-

رنگ ہر پھول مین ہے حسن خود آرائی کا	چمن دہر ہے محضر تری یکتائی کا

وہ شوقِ قتل و ولولۂ دل نہیں رہا
اب ان کے امتحان کے قابل نہیں رہا

غالب کی ایک غزل تھی :۔

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

عزیز کی غزل ہے :۔

عہد میں تیرے ظلم کیا نہ ہوا
خیر گذری کہ تو خدا نہ ہوا

غالب کا مطلع تھا :۔

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

عزیز کا مطلع ہے :۔

اب نہ میری دوا کرے کوئی
ہو سکے تو دعا کرے کوئی

اسی طرح متعدد غزلیں غالب کی تقلید میں نظر آئیں گی، یہان تک کہ غالب کی غزلون کی زمینیں عزیز نے اپنے قصائد کے لیے بھی اختیار کی ہیں، مثلاً غالب کی مشہور غزل ہے :۔

سب کہان کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

عزیز کی غزل بھی ہے :۔

وہ نگاہیں کیا کہوں کیونکر رگِ جاں ہو گئیں
دل میں نشتر بن کے ڈوبیں اور پنہاں ہو گئیں

ان کا قصیدہ بھی اس طرح شروع ہوتا ہے،

جب ہوائیں نشہ افزائے گلستاں ہو گئیں
چشم خواب آلود سب نرگس کی کلیاں ہو گئیں

غالب کی ایک غزل ہے :۔

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے

عزیز کا یہ قصیدہ اسی زمین میں ہے :۔

جاتا ہوں عزم کوچۂ جاناں کئے ہوئے
دل میں ہزار طرح کے ساماں کئے ہوئے

غالب کی ایک اور مشہور غزل ہے :۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

عزیز کا ایک قصیدہ اس طرح شروع ہوتا ہے :۔

جلوۂ حسن خود نما چھپ کے کوئی دکھائے کیوں
چھپ نہ سکے تو پھر کوئی پردے میں منہ چھپائے کیوں

عزیز نے غالب کے علاوہ فارسی شعراء کی زمینیں بھی اختیار کی ہیں، مثلاً انوری نے کہا تھا :۔

اے چو عقلِ اول از آلایشِ نقصان بری
چون سپہرت بر جہان از بد و نظرت برتری

یا :۔

اے مسلمانان فغان از دورِ چرخِ چنبری
وز نفاقِ تیر و قصدِ ماہ و کیدِ مشتری

عزیز کا قصیدہ ہے :۔

منتظر کب تک رہیں گے شاکیٔ بد اختری
اے حجاب آرا کہاں تک یہ حجابِ لبری

عرفی کا ایک قصیدہ ہے :۔

مرحبا اے شاہدِ ایام را عہدِ شباب
وہ بہین نوبادۂ باغ دعائے مستجاب

عزیز نے لکھا ہے :۔

ہوشیار و باخبر اے سرخوشِ عہدِ شباب
تا کجا نظارۂ نیرنگیٔ دارِ الخراب

عرفی کا ایک اور قصیدہ ہے :۔

جہان بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار
نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

عزیز کا قصیدہ ہے :۔

ہے تا بعرش نگہتِ ان کا گوشۂ دستار
کہ سرزمینِ عراقِ عرب سے آئی بہار

قاآنی کا ایک قصیدہ شروع ہوتا ہے :۔

بود این نکتہ در حکمت سرائے غیب برہانی
کہ در جانان رسی آنگہ کہ جان از عیب بہانی

اور عزیز نے اس طرح شروع کیا ہے،

نصابِ مکتبِ پیرِ مغان ہے درسِ عرفانی
رہے گا تا بہ کے سرمستِ حکمتہائے یونانی

یا ایک قصیدہ اس طرح ہے :۔

وہ دل مشہور تھا اک وقت میں جو عرشِ رحمانی
بتانِ ہیکل الروم اب ہاں کرتے ہیں سلطانی

اس کے علاوہ کہیں عربی شاعر فرزدق کی تقلید ہے کہیں دوسرے فارسی شعراء مثلاً نظیری اور حافظ کا بھی اتباع کیا ہے، اور کہیں اردو کے شعراء میں میر اور حالی وغیرہ کو بھی اپنا رہنما بنا لیا ہے، ایک جگہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کے سلسلے میں ان شعراء کو اس طرح یاد کیا ہے :۔

فرزدق، جریری، حسان و اعشیٰ و سحبان — ہر اک سوصف بصف بیٹھے ہوئے تلمیذ رحمانی

کہین دور مے شیراز سے بیٹھے ہوئے سرخوش — جمال الدین عرفی اور حبیب اللہ قاآنی

نمک پرور دگان ذوقِ معنی کا کہین جلسہ — کہین پر میر و غالب مست آہنگ ثناخوانی

غرض کہ انھون نے اپنے قصائد کے لئے ایسے بڑے بڑے شعرار کو رہبر بنایا تھا،

(۲) دوسری خارجی خصوصیت ان کے یہان یہ ہے کہ انھون نے اپنے لئے نئے نئے موضوعات تلاش کئے ہین، گو یہ بات کہین مرثیون مین بھی موجود تھی لیکن میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے خصوصیت کے ساتھ قصیدے مین عزیز ہی نے یہ نئے نئے موضوعات فراہم کئے، مثلاً حالاتِ بعثت، عروسی حضرت فاطمہؓ، ولادت حضرت علیؓ، تہنیت ولادتِ امام ثانی، طمانیت مظلوم کربلا، عقد امام حسن عسکری، فلسفی امی،

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ انھون نے محسن کاکوروی کی طرح اپنے قصیدون کے نئے نئے نام رکھے ہین، ایک تو "چراغ کعبہ" ہی ہے، دراصل نئے نئے دلکش نام رکھنے مین عزیز کے ہم عصر علامۂ اقبال سب پر فوقیت رکھتے ہین لیکن عزیز نے بھی بہت اچھے نام رکھے ہین، مثلاً: عطرِ عروس، شمعِ حرم، الماس ریزہ، سلکِ گہر، گُلِ ترجس، نہالِ طوبیٰ، نرگسِ شہلا، رحیق ریحانی، سبحۂ مرجان، بادۂ گلرنگ، عقیق مذاب، عقدِ پروین، یاقوتِ احمر، لعلِ بدخشان، درِ ثمین، موجۂ کوثری، موجۂ تسنیم، آتش پارہ، لالہ زار وغیرہ، اور ان استعارات سے بڑے لطیف مطالب نکلتے ہین، جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین،

یہ خصوصیات تو اُن کے قصائد مین خارجی تھین، اب داخلی خصوصیات دیکھئے، کیونکہ انہی پر ان کی اصل قصیدہ گوئی کا دار و مدار ہے،

(۱) اس لحاظ سے ان کی پہلی خصوصیت (قصائد مین) تغزل ہے، چونکہ غالب کے خیالات، انداز بیان و زبان اور بحور کی تقلید انھون نے غزل مین کی ہے، اور قصائد مین بھی ان کی زمینین اختیار کی ہین، اس نے ان کا تغزل بھی اُن کے یہان اکثر مقامات پر نمایان ہے، دیکھئے ایک قصیدہ کے یہ اشعار کیونکر غزل سے الگ سمجھے جا سکین گے،

شوخیان ایسی ہین ناز اس کے کرشمے اس کے ہین — جس ستمگر کی ادا مین دشمنِ جان ہو گئین

ڈھلکے دل کی حسرتین سب باعثِ وحشت ہوئین — بستیان آباد ہو ہو کے بیابان ہو گئین

اس کی شامِ غم پہ صدقے ہو مری صبحِ حیات — جس کے ماتم مین تری زلفین پریشان ہو گئین

ان جوانی مین کسی بدمست کی انگڑائیان — باعثِ خمیازۂ چاکِ گریبان ہو گئین

انتظارِ شوق مین ہون مین سراپا آرزو — جتنی بوندین تھین لہو کی سب وہ ارمان ہو گئین

جو اشارے دلربا تھے، جان مذہب ہو گئے — جو ادائین جان ستان تھین جزو ایمان ہو گئین

دیکھئے، کتنا دلکش تغزل ہے، کہین قصیدہ کا شبہہ بھی نہین ہوتا، ایک جگہ اور دیکھئے :-

اے نشترِ نگاہ مبارک ہو چھیڑ چھاڑ — لیکن ذرا خیالِ رگِ جان کئے ہوئے

خود ڈر گئے ہین خواب مین زلفون سے آج وہ — اٹھے ہین اپنی نیند پریشان کئے ہوئے

ایک جگہ اور اسی تغزل کی مثال دیکھئے،

بگڑنے پر یہ عالم ہے کہ لاکھون جان دیتے ہین — خدا جانے ستم ڈھاؤ گے کیا تم مہربان ہو کر

خبر لو اضطرابِ دل کی گر عادت بگاڑ دی ہے — رکھا تھا ہاتھ کیون سینہ پہ آخر مہربان ہو کر

نہ چھیڑا ہو نکہتِ زلفِ معنبر شامِ ہجران ہو — بلائین آ رہی ہین کاروان در کاروان ہو کر

اور یہی تغزل جب مترنم بحر مین ہوتا ہے، تو عجب لطف پیدا کر دیتا ہے، مثلاً

خونِ شہیدان ہوا خاک سے پھر جوش زن — لالہ نورستہ ہے رشکِ عقیق یمن

صحنِ گلستان تمام لعلِ بدخشان بنا — چاکِ گریبان ہوا لالۂ خونین کفن

(۲) دوسری خصوصیت ان کی تشبیب ہے، جس مین اکثر بڑی لطافت اور کبھی کبھی ندرت اور کبھی تنوع بھی ہے جو ان کی اعلیٰ قابلیت اور ذہانت کا ثبوت ہے لیکن گریز زیادہ اچھا نہین ہے، ہم اختصار کیساتھ چند مثالین پیش کرتے ہین

لڑاے ذرہ ذرہ کیون نہ آنکھ آہوے صحرا سے — کہ ابلی پڑتی ہے شوخی کسی نقشِ کفِ پا سے

خیال جنبشِ مژگانِ لیلیٰ ہے جو صحرا مین — چلا جاتا نہین کانٹوں پہ قیسِ برہنہ پا سے

بہار آنے پہ جب کوئی کلی کھلتی ہے لالے کی — شکستِ قلبِ مجنون کی صدا آتی ہے صحرا سے

جمالِ شاہدِ وحدت نے باندھی ہے کمر ایسی — اڑا جاتا ہے دل بن بن کے ہر اک ذرۂ صحرا سے

قیامت کی کشش رہتی ہے حسن و عشق مین باہم — اک آفت کا تعلق عشق کو ہے حسنِ زیبا سے

شبِ معراج کس خلوت مین محبوبِ خدا پہنچے — یہ جذبِ عشق تھا جس نے ملایا حسنِ یکتا سے

درۃ البیضا نام کا ایک قصیدہ اپنی بہاریہ تمہید کے لحاظ سے عزیز کے بہترین قصیدون مین شمار ہونے کے لائق ہے، گو کہ اس کا مضمون فرسودہ ہے کہ بہار آئی ہوئی ہے، میکشون نے لبِ جو اپنے ڈیرے ڈالے ہین، وغیرہ وغیرہ لیکن آگے چل بڑی لطیف تشبیہات و استعارات کا نگارخانہ سجاتے ہوئے کہتے ہین کہ

لئے اک ساتگیں اور اک صراحی ہاتھ مین اپنو
ہم ایسے لاابالی رند بھی بیٹھے ہوئے اک سو

کہ لائے چند شاعر اک نگار ایشیائی کو
کہ جس کی چشم وحشت خیز سے رم خوردہ آہو ہو

مگر بیٹھے ہوئے کچھ مغربی شاعر بھی آئے ہین
کہ دیکھین حسن سے ہوتا ہے دل کس طرح بے قابو

یکایک اُس ستم پیشہ نے چہرہ سے نقاب اُلٹی
ہوئی وہ بزم عشرت رشک بزم گلشن مینو

نگاہین ہین کہ اک پیمانۂ زہر ہلاہل ہین
ہین افعی کاکلین اور عقرب جرارہ ہین ابرو

یہ سلسلہ چلا جاتا ہے، "ستم پیشہ" کے خارجی اوصاف بڑی خوبی سے بتائے جاتے ہین لیکن پھر کہتے ہین کہ

ارے بدمست باز آ ایسے تخیلات فاسد سے
نہ پھر دیوانہ وار اس وادی الفت مین ہر سو

ارے مجنون یہ دریا ہے نہ ہے یان گوہر مقصد
چمک کر تجھ کو دھوکا دے رہی ہے نجد کی بالو

پریشان دل کے ذرے کر شب گیسوے دلبر مین
نظر آئین گے تجھ کو پھر چمکتے ہر طرف جگنو

مٹا دے جھائیان شیشے کی انفاس حقیقت سے
اسی کو دل مین دیکھے گا کہ جس کو ڈھونڈھتا تھا تو

ذرا شمع ولایت لے کے گھوم اس کعبۂ دل مین
تو پھر اے بے خبر معلوم ہو گی وسعت مشکو

اگر قوس ہلال عید عرفان دیکھنا چاہے
تو دل پر نقش کر لے اس عفیفہ کا خط ابرو

تشبیب بڑی اچھی ہے اور ع

یکایک اُس ستم پیشہ نے چہرہ سے نقاب اُلٹی

بالکل یکایک ذکر آگیا ہے جو بظاہر بے تکی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ یکایک ہی مین اس کا لطف پوشیدہ ہے، ایسے باکمال شاعر کم ہوتے ہین، اور ایسی ندرت کم پیدا کرتے ہین، ایسے شاندار قصیدے مین گریز پھر بھی اتنا اچھا نہین ہے، جیسا کہ چاہئے اس کے متعلق یہان بحث کرنے کی گنجایش بھی نہین ہے لیکن اگر آپ چاہین تو شمس الدین محمد بن قیس الرازی کی المعجم فی معائیر اشعار العجم مین اس کی بحث ملاحظہ فرمائین،

عزیز کی تشبیب اکثر جگہ بڑی پُر لطف ہے، بہار، شباب، ساقی، شراب کا ذکر اکثر جگہ ہے لیکن چونکہ یہ چیزین محض رسماً کہی گئی ہین، اس لئے ان مین اتنی لطافت پیدا نہین ہو سکی، جو کہ عرفی یا قاآنی جیسے بہار آفرین شاعر پیدا کر سکتے تھے، تاہم اس مین شک نہین کہ ایرانی بہار کا ذکر جس حُسن و خوبی سے عزیز نے کیا ہے اردو مین بمشکل کسی اور شاعر کے یہان نظر آئے گا، کچھ تو اس وجہ سے کہ وہ بلا کے ذہین تھے، اور کچھ

اس بنا پر کہ انھون نے متعدد اکابر شعراے فارسی کے قصائد کا بنظر غائر مطالعہ کیا تھا، اس پر مزید یہ کہ انھون نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، تخمیناً پینتیس سال قصیدہ نگاری کی تھی، ایسے کہنہ مشق اور ذہین شاعر سے ایسی ہی تمہیدون اور تشبیہون کی توقع کی جا سکتی تھی، جو ان قصائد سے متعلق ہین :-

بہار آتے ہی ان کو ہو گیا ناز خود آرائی
لہو کچھ بڑھ گیا جب فصد دیوانون نے کھلوائی

کہان تک کی ہے اس طول شب فرقت نے غمخواری
جواب کاکل شبگون بنی ہے رات اندھیاری

بہار برشگال آئی کدھر ہے ساقی مہرو
جگا دے آج کی شب تو ذرا چلتا ہوا جادو

عروس شب نے جھلے مین بہ انداز حیا پردہ
نکالی معجر گلدوز بہر زینت پیکر

کسی قصیدے کی تمہید مین آثار قیامت (صفحہ ۶۳) بیان کئے گئے ہین کہین بے ثباتی دنیا ہے، اور کسی جگہ موسم گرما کی تمازت (ص ۱۶۰) بیان کرتے ہوئے گریز پر آئے ہین، ایسے مضامین کے ساتھ گریز آسان کام نہین ہے، اور ہمین یہ کہنے مین تامل نہین ہے کہ انھون نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ہے، گریز کی لطافت کا رواج اس ملک مین بہت کم تو کیا اب ہے بھی نہین، جب کہ قصیدے ہی نہین رہے، تو اس کے لوازمات کیونکر رہین گے ؟ تاہم عزیز نے تقلیدی اور رسمی قصیدہ گوئی مین بے شک کامیابی حاصل کی ہے، لیکن اگر وہ محسن کاکوروی کو پیش نظر رکھتے، تو شاید زیادہ کامیاب ہوتے، کیونکہ محسن کی کامیابی کچھ اس وجہ سے نہین ہے، کہ انھون نے فارسی شعراء کی تقلید کی، بلکہ زیادہ تر ہندوستان کے مناظر قدرت کو تشبیب مین استعمال کیا تھا، جس کی تشبیب و گریز ہمیشہ ایک جدت لئے ہوئے تھا، اور پھر مناسب الفاظ کی رعایت، معنی آفرینی اور واقعات کی صداقت نے اُن کے کلام کو چار چاند لگا دئیے تھے،

(۳) تیسری خصوصیت اُن کا حسن تخیل ہے جس کی تشبیہات و استعارات کی ندرت کسی حالت مین بھی نظر انداز نہین کیجا سکتی، ان کا ایک شعر جو اخبار مدینہ کے سرورق پر ہوتا ہے، ضرور قابل ذکر ہے یعنی

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیان
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش مین

دیکھئے تخیل مین کتنی زبردست لطافت ہے ؟

قمر کے شق ہونے کو دوسری جگہ کہتے ہین :-

قمر جو شق ہوا تھا جنبش انگشت حضرت سے
اُسی کے ڈر سے ہے کاہیدگی اس کو بیماری

اب فوارے کے اچھلنے کو دیکھئے :-

ہوئی باطل دے دشمن کی وہ تقویم پارینہ — خزان کے نام سے آتی ہے فوارے کو ابکائی

سبزہ کے اُگنے، بیلون کے پھیلنے اور پھولون کے کھلنے کو کہتے ہین،

نگارِ سبزہ نے مسند زمین پر کروٹین بدلین — ادھر آغوش مین گلشن کے لی بیلون نے انگڑائی

جماہی آئی پھولون کو اُدھر ذکرِ صراحی کر — اِدھر غنچون نے شاخون پر سراک پوراپنی چٹکائی

ایک جگہ غنچے کے چٹکنے کو کہتے ہین :-

دلِ بلبل سے بھی آئی صدا الحمد للہ کی — قریب آ بجو جس دم کسی غنچہ کو چھینک آئی

جگنو کے چمکنے کو کہتے ہین :-

حسینون کو دمِ گلگشت ہر یہ شغل دلچسپی — قبائے سبز کے دامن مین باندھو جاتے ہین جگنو

ہلالِ عید کے نکلنے کو بیان کرتے ہین :-

کہان ہین جنبشِ ابروے ساقی کے تماشائی — ہلالِ عید وہ لیتا ہوا نکلا ہے انگڑائی

اور کمان کی انگڑائی کو بھی دیکھئے :-

ہوئے ہین ڈر سے تیری تیغ کے سُست اسقدر خم ہے — کمانین آج تک لیتی ہین دُتتِ جنگ انگڑائی

اسی حسن تخئیل سے اور بھی حُسن تعلیل دیکھئے،

جب اُن کے جسم کا سایہ امیرالمومنین خود تھے — زمین پر کس طرح پھر سایہ پڑتا جسم والا سے

ایک دوسری جگہ کہتے ہین :-

نہ ہوتا انفکاکِ سایہ گر جسم منور سے — کہان یہ چادرِ مہتاب مین ہوتی ضیا باری

غرض کہ محسن کاکوروی کی طرح اُن کے حُسن تخئیل کی بھی بے شمار مثالین جگہ جگہ نظر آتی ہین، اور جس طرح انھون نے لفظ مدینہ سے معجزۂ شق القمر کا حُسن تعلیل پیدا کیا ہے، اُسی طرح مصطفٰے اور مرتضٰے کے بینات تک اُنہی کی نظر پہنچ سکتی تھی، کہتے ہین :-

اتحادِ باطنی کی ہے یہی بیّن دلیل — متحد ہین مصطفٰے و مرتضٰے کے بینات

بینات اُس کو کہتے ہین کہ حرف کا جو لفظ ہو اس مین پہلا حرف چھوڑ کر بقیہ حروف کے اعداد ابجد کے لحاظ سے نکالے جائین، چنانچہ الف جب ادا کرین گے، تو پہلا حرف نکال کر محض ل اور ف کے اعداد جوڑ لین گے، یعنی اس طرح الف کے ایک سو دس ہوئے، با، تا، ثا، را، زا، وغیرہ کے پہلے حرف کو نکال دینے سے ان حروف کا

عدد ایک ہی ہے، اور سین، شین، عین، غین، کے عدد ساٹھ ہوئے، اسی طرح لفظ مصطفٰے یا مرتضٰے کے حروف کے تلفظ مین سے اگر پہلا حرف نکال دیا جائے، تو جو حروف باقی بچین گے، ان کا مجموعہ ۵۰ ہی بچے گا یعنی دونون لفظون مین سے یہی اعداد باقی رہین گے،

(۴) اب ہم عزیز کی چوتھی خصوصیت یعنی تلمیحات و مصطلحات کا مختصر تذکرہ بھی کرین گے، کیونکہ انھون نے اپنے قصائد کو شاندار بنانے کے لئے ان چیزون سے بھی کافی کام لیا ہے، کہتے ہین،

فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ کا جب اشتہار نکلا — عاجز ہوئے ادب کے دریا بہانے والے

آخر لبید نے بھی کی ترک بُت پرستی — حیران تھے شاعری کے جھنڈے اڑانے والے

پہلے شعر مین سورۃ البقرہ کی تیئسوین آیت کی طرف اشارہ ہے، جس مین تمام دنیا کو ہمیشہ کیلئے خدا کی طرف سے چیلنج ہے، کہ اگر تم کو اس (قرآن) پر شک ہے، جو ہم نے اپنے بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، تو بنا لاؤ اس جیسی کوئی سورۃ، ..... الخ

دوسرے شعر مین عرب کے مشہور شاعر لبید کی طرف اشارہ ہے جو بعد مین مسلمان ہو گئے تھے، یہ وہی شاعر ہین، جن کے اس مصرع کی تعریف جیسا کہ بخاری شریف مین ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی،

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہ بَاطِل

حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ کہ ہو باطل ہو

ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے متعلق مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا اشارہ کیا ہے،

لگا کے کحل مازاغ البصر چشم بصیرت مین — اگر ہو دیکھنا خلوت سرائے عشق کا منظر

اسی طرح ان اشعار مین بھی اس قسم کی تلمیحات ہین :-

چلی ہی آتی ہے پیہم صدائے اُدْعُوْنِی — عزیز ہاتھ اٹھا پیشِ خالقِ ذوالمن

صبغۃ اللہ کی بنیاد نہ قائم رہتی — گر یزید ستم آرا سے یہ کرتے بیعت

مَنْ لَّہٗ جَدٌّ کَجَدِّیْ فِی الْوَرٰی کس نے کہا — کون ازل سے تھا رجز خوان حمیت اجداد کا

غرض کہ اس طرح کی تلمیحات بہت جگہ ہین، اور دیگر شاندار الفاظ و مصطلحات بھی صفحات ۲-۲۰-۵۵-۵۶-۶۰-۷۱،۷۲،۱۰۲-۱۷۱-۱۷۳-۱۹۹-۳۲۰ وغیرہ پر ملتے ہین، جن کو طوالت کے خوف سے چھوڑا جاتا ہے،

(۵) پانچویں بات جو ان کے بیان ہے، وہ اُن کے عقائد کی تشریح ہے، ایک جگہ ذرا صاف کہہ گئے ہیں،

کسی کو برتری نہیں ہو شوہر بتولؓ سے — تفوق آپ دیتے ہیں بھلا یکن اصول کو
علیؓ کو نسبتہً شرف صحابہ رسولؐ سے — حو اس کو مناسبت ہو جس طرح عقول کو

حو اس بھی ہمیشہ جو معطل اپنے کار میں

ایک شاعر کو اس قسم کی چوٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ اُس کا کلام کسی ایک فرقے کے لئے نہیں ہوتا، اور خصوصاً اس زمانے میں اس قسم کے طرز سے اور زیادہ احتراز کرنا چاہئے جب کہ غیر قومیں جن میں اتحاد کا سبق ہی مفقود تھا متحد ہو رہی ہیں، اور پھر بھی ہم کو شرم نہیں آتی لیکن ایسے ایک دو موقعوں (۸۰-۱۴۸) کے علاوہ جہاں کہیں بھی عزیز نے اپنے مخصوص عقائد کا اظہار کیا ہے، وہ شاعرانہ انداز کی وجہ سے ایسا چھپا ہوا ہے، کہ جن لوگوں کو اُن کے عقائد سے تعلق نہیں ہے، وہ بھی متاثر ہوتے ہیں، مثلاً دیکھئے "خُلق" کے پردہ میں کس خوبی سے کہا ہے :-

خلیق ایسے کہ سب اصحاب کو بھائی سمجھتے تھے — ٹپکتی ہے محبت نقرہ سلمانؓ منّا سے

ایک جگہ "آفرینش" کی ازلی یا نسلی نسبت کے متعلق کہتے ہیں :-

حدیث آفرینش میری کچھ معلوم ہے تجھ کو — ہم اک نور سے پیدا ہوا میں اور مرا بھائی

ان کے مختلف عقائد کی طرف اشارہ صفحات ۱۵-۳۰-۸۰-۸۹-۹۵-۱۶۶ وغیرہ میں بھی ملتا ہے لیکن اکثر جگہ شاعرانہ لطافت کی وجہ سے بڑی خوبی سے کہہ کر گذر جاتے ہیں، اور یہ اُن کی ذہانت کی دلیل ہے،

یہاں تک ان کی خصوصیات شعری ختم ہوئیں، اب ہم مختصر الفاظ میں تصویر کا دوسرا رُخ بھی دکھانا چاہتے ہیں لیکن اس وجہ سے نہیں کہ

ع ہنر اس دور میں ہے عیب بینی (مقدمہ)

بلکہ اس وجہ سے کہ

ع گردشیں باقی نہ رکھیں پھر زمانہ کے لئے

عزیز نے ایک جگہ کہا ہے :-

ع گروہ انبیاء ہو یا ملائکہ کا اژدہام

اس میں آخر لفظ زائے فارسی اور ہائے ہوز کے ساتھ ہے، لیکن یہ غلط ہے، اصل لفظ عربی ہے یعنی ازدحام ہی صحیح ہے،

ہمارے یہاں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں، جو اصل میں جمع ہیں لیکن واحد ہی مستعمل ہیں مثلاً احوال جو فارسی میں تو خیر اردو میں بھی ولی کے زمانہ سے اب تک اکثر واحد ہی مستعمل ہے، اسی طرح اولاد بھی ہے یعنی واحد مونث، جیسا کہ عزیز نے اُسے اردو جمع میں استعمال کیا ہے :-

ع عبا میں لے کے اپنی پاک اولادوں کو یک دن

لیکن اعمال جو ہمیشہ جمع ہے، اس کی جمع الجمع اردو میں بنانے کی ضرورت نہیں تھی، عزیز کہتے ہیں :-

ع سیاہا اپنے اعمالوں کا بھی تو نے کبھی دیکھا

ایک جگہ "تم بھی ہے اور "فرمایئے" بھی ہے، یہ بات نسیم کے عہد تک ضرور تھی لیکن اب لکھنؤ میں نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے، عزیز کہتے ہیں :-

میں نے کہا یہ وصل تو ثابت ہو مری جان — کیا بھول گئے تم شب معراج کے حالات
فرمایا کہ ابرو تھے وہاں بھی تو کشیدہ — تھے دونوں کمانوں میں جدائی کے اشارات
میں نے کہا فرمایئے خلوت میں ہوا کیا — فرمایا یہ ہیں راز نہ کر ایسے سوالات

اور اسی میں یہ بھی ہے کہ

ع یہ تو مجھے بتلایئے اے قبلہ حاجات

عموماً بھائی کو قوت بازو کہا جاتا ہے، لیکن عزیز نے بیٹے کے لئے استعمال کیا ہے :-

یداللہ سا ہے شوہر اور محمد سا پدر جس کا — ملے ہیں شبر و شبیر سے دو قوت بازو

لیکن آگے چل کر صحیح فرمایا ہے کہ

ع یہی وہ صابرہ ہے جس کا زخمی کردیا پہلو

اسی طرح ہندی لفظ سوارت جو بروزن فعلن ہے، عزیز نے فعولن کے وزن میں استعمال کیا ہے

ع بہت جلد اب سوارت میری محنت ہونے والی ہے

اور یہ اجتہاد واقعی ضروری ہے، اور اردو میں یونہی چاہئے، کیونکہ ہندی کا مرکب ہمارے یہاں ابتدا ہیں نہیں

آتا، البتہ "ی" سے مل کر ضرور آتا ہے، جیسے کیا" دھیان" "جیونی" وغیرہ، اور فارسی کا کبھی آجاتا ہے، مثلاً خواہش "خواجہ" وغیرہ،

حضرت عزیز نے عام مروجہ استعمال کے خلاف ذرا سے ذری دو جگہ ص ۱۹۵ پر استعمال کیا ہے جو صحیح ضرور ہے، لیکن اب اس کا متروک ہی ہونا بہتر ہے، اور کہین کہین انھون نے امیر مینائی کی طرح دہلوی زبان بھی استعمال کی ہے، مثلاً

دکھانی تھی مجھے قوت عزیز مدح گستر کی

اسی سلسلے مین ایک بات اور کہنا چاہتا ہون جو مجھے بھی کھٹکتی ہے، پہلے عرض کیا جاچکا ہے، کہ عزیز نے نئے نئے موضوعات بھی تلاش کئے ہین، جن مین سے ایک" عروسی فاطمہ" بھی ہے، اس مین کچھ اشعار ایسے بھی ہین؛ :-

مرادِ معنوی نورٌ علی نور آئی دنیا مین — کہ ہون گے آج کی شب نور کے دو چشمے ہم بستر
صدا آئی عزیز بادہ کش کیون اتنا حیران ہے — مری آغوش مین ہے تیرا ساقی دیکھ لے آکر

اس قسم کی شاعری کے لئے جامی (یوسف وزلیخا) وغیرہ سے جواز کا فتویٰ نکالنا کم از کم میری نظر مین بیجا ہے، اور جب عقیدہ ہمارا یہ ہو کہ ایسی پاک ہستیون پر ہماری مان بہنین بھی قربان ہون، تو اس وقت ایسے اشعار کا لکھنا تو بالکل نازیبا ہے، بہرحال عزیز کی اعلیٰ شعریت کے بیان کے ساتھ ان باتون کا تذکرہ تنقیص و تعریض کے لئے نہین ہے، بلکہ اس لئے کہ

ع نظم رنگین عزیز نکتہ پرور دیکھئے

کلیات شبلی اردو

مولانا شبلی کی تمام اردو نظمون کا مجموعہ، جس مین مثنوی صبح امید، قصائد، جو مختلف مجلسون مین پڑھے گئے اور وہ تمام اخلاقی، سیاسی، مذہبی اور تاریخی نظمین جو کانپور، ٹرکی، طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق لکھی گئی ہین، یہ نظمین درحقیقت مسلمانون کی چہل سالہ جد وجہد کی ایک مکمل تاریخ ہے،

قیمت :- عہ

منیجر

ابوالوفاء البوزجانی الحاسب

چوتھی صدی کا ایک بہت بڑا ریاضی دان اور فلکی

از

جناب حافظ محمد شریف خان صاحب ندوی

اس مین شک نہین کہ قدیم علمائے عرب یعنی ہمارے سلف صالحین کے مآثر کا پتہ لگانے اور ان کے علمی کارنامون پر روشنی ڈالنے کے سلسلہ مین مغربی مصنفین نے مختلف شعبون مین جو تحقیقاتی کاوشین کی ہین ان سے بہت سے جلیل القدر علمائے اسلام کے حالات اور ان کے یگانۂ روزگار کمالاتِ علمی سے دنیا بڑی حد تک روشناس ہوئی، اور وہ مصنفین ہمارے شکریہ کے مستحق ہین، جنھون نے وہ کام انجام دیا، جو ہر حیثیت سے ہمارے انجام دینے کا تھا، لیکن ابھی آسمان علم کے بہت سے درخشندہ ستارے، جنھون نے اپنے زمانہ مین اپنی ضیا پاشیون سے دنیا کو منور کیا تھا، اور یونان و ہندوستان کے مردہ علوم مین جان ڈالی تھی، ایسے باقی رہ گئے ہین، جن کا شایان شان تذکرہ نہین کیا گیا، اور ان کے علمی کمالات و اختراعی خدمات کا بڑا حصہ پردۂ خفا مین ہے، اور دنیا کو ان کے متعلق بہت کم واقفیت ہے، ہمارے سامنے تاریخ ریاضیات کے جو ماخذ ہین، وہ اتنے مختصر ہین کہ کوئی تفصیلی خاکہ ہمارے سامنے پیش نہین کر سکتے، اور ایک تشنۂ تحقیق کی پیاس پوری طرح نہین بجھا سکتے، ریاضیات مین مغربی علماء کی تحقیق کا قدم جس قدر آگے بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر ان کو قدیم مسلمان فضلاء کی فضیلت علمی اور ریاضی کے بہت سے نظریات مین ان کی فضیلت و پیشروی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، اور ظاہر ہوتا ہے، کہ آج ریاضی کے وہ بہت سے نظریے جن کی ایجاد مغربی علماء نے اپنی جانب منسوب کرلی ہے، دراصل انہی بزرگون کی دماغی کاوشون کے نتائج ہین، چنانچہ فرمان (Fermat) کا وہ نظریہ جو اس نے اپنے نام سے موسوم کیا ہے، [1] اُن سے بہت پہلے عرب

---

[1] مجلۃ الکلیۃ الامیرکیہ مئی ۱۹۲۳ء ص ۲۶۹،

نے معلوم کر لیا تھا، جس طرح کہ بعض معادلات درجۂ ثالث کا حل (Descartes) اور (Thom-son) (Baker سے پہلے ان کو معلوم تھا[1]، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ بعض انگریز مؤلفین جنھوں نے اپنی تصانیف کو یا عربی سے نقل کیا ہے، یا عربی ماخذوں سے کتابیں تصنیف کی ہیں، وہ ان مصادر کا ذکر تک نہیں کرتے، اس طرح گویا دنیا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، کہ یہ نظریے تمام تر ان کے ذاتی استنباطات ہیں، چنانچہ فیلیونارڈو (Leonardo of Pisa) نے جبر و ہندسہ میں جو کتابیں تالیف کی ہیں، جدید تحقیقات سے معلوم ہوا، کہ وہ زیادہ تر عربی تصانیف سے ماخوذ ہیں، چنانچہ کارپنسکی (Karpinski) نے ثابت کیا ہے، کہ لیونارڈ (Leonard) نے بہت کچھ ابو کامل کی کتاب جبر سے لیا ہے[2]، اسی طرح اور بہت سے انگریز مصنفین کی تصانیف جنھوں نے چودھویں صدی کے وسط میں کتابیں لکھی ہیں، اکثر عربی تالیفات سے ماخوذ ہیں[3]، جان ملر (John Muller) جو (Regiomontanus) کے نام سے مشہور ہے، اور پہلا شخص ہے جس نے پندرھویں صدی کے وسط میں علم المثلثات کو مرتب طریقہ سے یورپ میں پیش کیا، ریاضیات میں اس کی کئی کتابیں ہیں، ان سب سے اہم کتاب المثلثات (De Triangulis) ہے، یہ کتاب پانچ بڑے ابواب پر منقسم ہے، ابتدائی چار ابواب میں مثلثات مستویہ سے بحث کی گئی ہے، اور پانچویں میں مثلثات کرویہ کا بیان ہے، اس آخری باب میں جان صاحب نے جن اصولوں کا اتباع کیا ہے، وہ بعینہ وہی اصول ہیں، جن کا اتباع کم و بیش پانچ صدی پیشتر یعنی چوتھی صدی ہجری میں عرب علما، اسی فن اور اسی موضوع میں کرتے تھے[4]، اسی طرح علم المثلثات میں اور بہت سے ایسے امور ہیں، جو غلط طور پر ان کی طرف منسوب ہیں، اور جن کے موجد درحقیقت عرب ہیں[5]، چوتھی صدی ہجری کے ریاضیاتی علوم کے شہرۂ آفاق علما میں سے ایک بزرگ محمد بن محمد بن یحییٰ بن اسماعیل بن العباس ابو الوفا البوزجانی الحاسب تھے، یہ بوزجان میں جو ہراۃ اور نیشاپور کے درمیان ایک چھوٹا قصبہ تھا[6]، ۳۲۸ھ مطابق ۹۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے، عددیات اور حسابیات کی تعلیم انھوں نے اپنے چچا ابی عمرو المغازلی اور اپنے خالو ابو عبداللہ محمد سے حاصل کی تھی، ابو عمرو نے علم ہندسہ ابو یحییٰ الماوردی اور ابی العلاء بن کرنب سے حاصل کیا تھا[7]، ابو الوفا بیس برس کی عمر میں بغداد گئے، جو اس زمانہ میں علم و فضل

[1] کاجوری تاریخ ریاضیات ۱۹۲۲ء ص ۱۰۰، [2] ایضاً ص ۱۲۱ [3] ایضاً ص ۱۲۸ [4] آثار باقیہ صاحب ذکی جلد اول ۱۹۲۲ء ص ۷۰، [5] کاجوری ص ۱۳۰ [6] معجم البلدان جلد ۲ ص ۳۰۲ [7] فہرست ابن ندیم مطبوعہ ۱۳۴۸ھ صفحہ ۳۹۴،

کا سب سے بڑا مرکز تھا اس کی اکثر تالیفات یہیں لکھی گئیں، تاریخ وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، قاموس الاعلام سے معلوم ہوتا ہے، کہ بوزجان میں ۳۷۶ھ میں وفات پائی، اور آثار باقیہ میں ہے کہ ان کا انتقال بغداد میں ۳۸۸ھ میں ہوا، ابن القفطی نے اخبار العلماء باخبار الحکماء میں دوسرے قول کو تسلیم کیا ہے[1]، اور دوسرے بیانات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، لیکن ابن خلکان نے پہلے قول کو صحیح کہا ہے، مگر مقام وفات کا ذکر نہیں کیا ہے، خیر الدین الزرکلی کی کتاب الاعلام میں بھی پہلی روایت مذکور ہے[2]، امریکی مصنفین ۳۸۸ھ ہی کو ترجیح دیتے ہیں،

ابو الوفا اپنے زمانہ کے مشہور ترین علمائے فلکیات میں تھے، ان دونوں فنون میں ان کی بہت بلند پایہ اور نادر تصانیف ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم کریں گے، اور جو زیادہ اہم ہیں، ان پر کسی قدر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے، اکثر مغربی علماء نے اعتراف کیا ہے، کہ ابو الوفا ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے علم ہندسہ میں کمال حاصل کیا، اور اس میں بہت سے ایسے استخراجات کئے، جو بالکلیہ انھی کے ہیں، استخراج اوتار میں ان کی ایک نہایت نفیس اور نافع تصنیف ہے[3]، ابو الوفا کی زندگی کا اکثر حصہ بغداد میں جو اس زمانہ میں علماء و فضلاء کا مرکز اور حکمت و فلسفہ کا گہوارہ تھا، تالیف و تصنیف، درس و تدریس اور فلکی و ریاضی تحقیقات میں گذرا، شرف الدولہ دیلمی نے اپنے محل میں ۳۷۷ھ میں جو رصدگاہ قائم کی تھی، اس کے ایک رکن ابو الوفا بھی تھے[4]، ان کو مبادی علم المثلثات کا بہت شوق تھا، اس نے اس کی طرف انھوں نے خاص توجہ کی، اور اس فن میں ان کے بہت سے اکتشافات اور دقیق مباحث ہیں جن کا اعتراف ان کے ہم عصروں کے علاوہ انگریز علماء نے بھی کیا ہے[5]، ابو الوفا ہی پہلا شخص ہے جس نے نسب مثلثی اعداد میں مماس (Tangent) کو داخل کیا[6]، مشہور مورخ و منجم ابو ریحان بیرونی لکھتا ہے کہ جو شکل ظلی یا مماس کہلاتی ہے، اس کی ایجاد کا سہرا بلا شرکت غیرے ابو الوفا کے سر ہے[7]، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مثلثات (TRIANGLES) اور زاویا (ANGLES) کو ناپنے کے لئے مماسات اور قواطع وغیرہ کا استعمال کیا وہ ابو الوفا ہی ہے، ایک انگریز عالم کا قول ہے کہ تمام نسب مثلثیہ اور مماس اور اس کی نظیر کے عمل جداول ریاضیہ میں ابو الوفا نے داخل کئے[8]، اس نے جیب کے

[1] اخبار الحکما مطبوعہ ۱۳۲۶ھ ص ۲۸۹ [2] ابن خلکان جلد ۲ ص ۷۱ [3] آثار باقیہ جلد اول ص ۱۶۲ [4] کاجوری ص ۱۰۵ [5] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لفظ مثلثات [6] آثار باقیہ جلد اول ص ۲۵ [7] بول مختصر تاریخ ریاضیات ص ۱۵۵،

جداول ریاضیہ کے عمل کا طریقہ اختراع کیا اور اس کے لئے ایک ایسی نفیس ایجاد کی تھی، جس سے زاویۂ جیب نصف درجہ سے سات اعشاریہ تک کا صحیح اندازہ کیا جاسکتا تھا[1]، اس نام (Geometric Construction) کا اس کا ایک مقالہ بھی ہے[2] جس کا اصل عربی نام معلوم نہ ہوسکا، لیکن اس کے معنی ہین ترتیب یا بنائے ہندسی اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے، کہ عرب پہلی وہ قوم ہے جس نے سطح کرہ پر رسم (نقش یعنی عمل ریاضی) معلوم کیا تھا، انھون نے اس فن مین کمال حاصل کیا، اور اس کو بہت ترقی دی، اس بارے مین علمائے مغرب کی رائین مختلف ہین، کہ چاند کی حرکت مین بعض انواع خلل کا اکتشاف تخو براہی (Tycho Brahe) نے کیا یا ابو الوفا[3] نے، لیکن جدید تحقیقات سے ظاہر ہوا کہ یہ اکتشاف ابو الوفا ہی نے کیا تھا[4]؛ اسی طرح انھون نے معادلات درجہ چہارم کو بھی نہین چھوڑا، کیونکہ اس کا ہندسی حل یہ ہے، المعادلتین: س۴ = ا۴، س۴ + ا س . ب . ع۳ . دسوین صدی کے وسط مین ابو الوفا نے حساب مین ایک کتاب[5] لکھی، جس مین انھون نے اعداد ہندسی کے بجائے ان کو حروف مین لکھا ہے[6]، یہ جدت اس زمانہ مین سوائے کرخی کے اور کسی کے یہان نہین ملتی، کانتور (Cantor) نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس زمانہ مین دو مختلف اسکول تھے، ایک مین ہندی طریقہ کا اتباع کیا جاتا تھا، اور دوسرے مین یونانی کا یعنی اعداد لکھے جاتے تھے، ابو الوفا اور کرخی یونانی طریقہ کا اتباع کرتے تھے[7]،

ابو الوفا کی بعض کتابین

ابو الوفا نے فن حساب مین ایک ایسی کتاب بھی لکھی جس کی عمال اور کاتبون کو ضرورت ہوتی ہے، جو المنازل فی الحساب کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب سات منازل پر مشتمل تھی[8]، اور ہر منزل مین سات ابواب تھے، منزل اول نسبت مین تھی، منزل دوم ضرب و تقسیم مین، منزل سوم اعمال مساحات مین، منزل چہارم اعمال خراج مین، منزل پنجم اعمال مقاسات مین، منزل ششم حروف مین، اور منزل ہفتم معاملات تجار مین[9]، اس کتاب کو مولف کے عہد مین اور ان کے بعد بھی عرصہ تک مالی امور مین اساسی حیثیت حاصل رہی، ایک کتاب الجبر مین دیوفنتس (Deophantus) کی کتاب کی تفسیر مین لکھی[10]، ایک اور تالیف تفسیر کتاب ابرخس نامی تھی،

صاحب آثار باقیہ اس تفسیر کے سلسلہ مین لکھتے ہین کہ اصلی کتاب کے مصنف کے نام کے بارہ مین اختلاف ہے

---

[1] کاجوری ص ۱۰۴ [2] ایضاً [3] فانڈیک علم الہیئۃ، ۱۳ [4] کاجوری ص ۱۰۵ [5] ایضاً قدیم اڈیشن ص ۱۰۷
[6] ایضاً [7] آثار باقیہ جلد اول ص ۱۶۳ [8] فہرست ابن ندیم ص ۳۹۴ [9] کاجوری ص ۱۰۵،

فہرست العلوم کے بعض نسخون مین ابرخس بصورت ابو حسن لکھا ہوا ہے؛ تاریخ الحکما کے بعض نسخون مین ابو یحییٰ یا ابن یحییٰ مرقوم ہے، فہرست العلوم مین اس کتاب کا ذکر اس مقام پر ہے جہان ابرخس سے بحث ہے، ان کی ایک اور قلمی یادگار کتاب التعریفات کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب ترجمہ ہے، ابو الوفا نے اس کی تصحیح اور بعض ہندسی براہین سے اس کی شرح کی ہے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ ممکن ہے یہ کتاب ابرخس کی کتاب کی تفسیر ہو، تاریخ الحکما مین ابرخس کے بجائے ابو یحییٰ کا جو نام مذکور ہے، غالب گمان یہ ہے کہ وہ ابو یحییٰ الماوردی ہون گے، جو حساب اور ہندسہ مین ابو الوفا کے استاذ الاستاذ تھے؛ تاہم اس کا قطعی فیصلہ مشکل ہے[1]، فہرست ابن ندیم مین اس کا بیان ابرخس کے نام کے تحت مین ہے، ایک کتاب صناعۃ الجبر تھی، جو حدود کے نام سے مشہور ہوئی، یہ کتاب بھی ابرخس کی ہے، ابو الوفا نے اس کی تصحیح اور ترجمہ کیا، اور ہندسی براہین سے اس کی شرح بھی کی تھی[2]، ایک کتاب اعمال ہندسہ مین تھی، جس کی صناعون کو عام طور پر ضرورت پیش آتی ہے، یہ کتاب انھون نے بہاء الدولہ کے حکم سے ۳۸۰ھ اور ۳۸۸ھ کے درمیان مین تصنیف کی تھی، اس مین براہین ریاضیہ نہین تھے، یہ اب تک استنبول مین جامع ایاصوفیہ کے کتب خانہ مین محفوظ ہے[3]، ابو الوفا کی اور بھی متعدد مؤلفات ہین، جن مین سے بعض کتابون کے نام فہرست ابن ندیم مین مذکور ہین مثلاً خوارزمی کی کتاب کی تفسیر جبر و مقابلہ مین، کتاب الارتماطیقی کے سمجھنے کے لئے اس کے مبادیات پر ایک رسالہ کتاب المدخل الی الارتماطیقی لکھا، دیوفنطس (Deophantus) نے اپنی کتاب مین جو قضایا استعمال کئے ہین اس کی تشریح مین کتاب البراہین لکھی، کتاب معرفۃ الدائرۃ من الفلک، کتاب الکامل، یہ تین مقالات کا مجموعہ ہے، مقالہ اول مین ان امور سے بحث ہے جن کا جاننا حرکات کواکب سے پہلے ضروری ہے، مقالۂ دوم حرکات کواکب پر ہے، اور مقالہ سوم ان امور مین ہے جو حرکات کواکب کو عارض ہوتے ہین، ایک کتاب استخراج ضلع المکعب بمال مال ہے، اس کے علاوہ اور کتابین بھی ہین، جو اخبار الحکما، اور آثار باقیہ مین مذکور ہین، مثلاً کتاب العمل بالجدول الستینی، کتاب استخراج الاوتار، کتاب الزیج الشامل اور کتاب المجسطی، یہ آخری کتاب ان کی سب سے مشہور کتاب ہے، اور گمان غالب ہے کہ ۳۷۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے[4]، "ماخوذ"

---

[1] آثار باقیہ جلد اول ص ۱۶۳ [2] فہرست ابن ندیم ص ۲۷۶ [3] آثار باقیہ جلد اول ص ۱۶۴،
[4] آثار باقیہ ص ۱۶۵؛

عہدِ تیموریہ سے پہلے کے صوفیۂ کرام

اور

ان کی فارسی تصانیف

از جناب سید صباح الدین عبد الرحمن صاحب علیگ رفیق دار المصنفین

(۵)

حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ

محبوبِ الٰہیؒ کے ملفوظات محبوب الٰہیؒ کے ملفوظات جن کی حیثیت گویا ان کی تصانیف کی ہے، حسب ذیل ہیں :-

(۱) فوائد الفواد (۲) افضل الفوائد (۳) راحت المحبین،

اول الذکر کو خواجہ حسن سجزی نے مرتب کیا ہے، جو شیخ المشائخؒ کے محبوب خلفار میں تھے، سیر العارفین کے مولف کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت شیخ نظام الدینؒ حضرت شیخ بختیار کاکی قدس سرہٗ کے مزار پر تشریف لے گئے، وہاں سے حوض شمسی کے پاس بعض بزرگان دین کی فاتحہ خوانی کیلئے پہونچے تو دیکھا کہ خواجہ حسن سجزی اپنے دوستوں کے ساتھ رندی اور شراب نوشی میں مشغول ہیں، خواجہ حسن بچپن میں خواجہ نظام الدین اولیارؒ کے ساتھ بداؤن میں رہ چکے تھے، بچپن کی صحبت یاد آگئی، چنانچہ محبوب الٰہی کو دیکھ کر مستانہ وار یہ دو بیت زبان پر لائے،

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم   گر ز صحبتہا اثر باشد کجاست

زہد تان این فسق ما را کم نکرد   فسق ما محکم تر از زہد شماست

محبوب الٰہی نے یہ سن کر فرمایا کہ اثر صحبت بھی اپنا محل و موقع چاہتا ہے، تاثیر صحبت کی صورتیں مختلف ہیں، خواجہ حسن پر ان الفاظ نے سحر کا کام کیا، اسی وقت ان کا دل جاری ہو گیا، قدموں پر گر پڑے، اور تمام افعالِ قبیحہ سے تائب ہو کر محبوب الٰہیؒ کے مرید ہو گئے، اس وقت ان کی عمر تہتر سال

کی تھی[1]، مرشد کی صحبت میں برابر رہنے لگے، اور ۷۰۷ھ سے ۷۱۹ھ تک جو کچھ مرشد کی زبان مبارک سے سنتے ان کو قلمبند کر لیتے، چنانچہ ان کے مرتب کردہ ملفوظات فوائد الفواد کو ہر زمانہ میں جو مقبولیت حاصل رہی، وہ چشتیہ سلسلہ کے اور مشائخ کے ملفوظات کو شاید حاصل نہیں ہوئی، امیر خسرو کہا کرتے تھے، کہ

"اے کاش میری تمام تصنیفات خواجہ حسن سے نامزد ہو جاتیں، اور ان کے بدلے میں کتاب فوائد الفوائد کا حسن قبول میرے لئے نامزد ہو جاتا"[3]

ضیاء الدین برنی نے اپنے زمانہ کا حال لکھا ہے، کہ

"درین ایام فوائد الفواد دستور صادقان ارادت شدہ است"[4]

عہدِ ہمایون کے مصنف صاحب سیر العارفین کا بیان ہے:

"کتاب فوائد الفواد میں خواجہ حسن نے ایسے اعلیٰ درجہ کے مضامین کی تصنیف کی جو کہ خضر راہ اہلِ سلوک اور مونس اہل اللہ تصور کی جاتی ہے"۔

فرشتہ رقم طراز ہے :-

"کتاب فوائد الفواد...... بشرفِ قبول و تحسین سرفراز گشت"[5]

مرآۃ الاسرار کے مولف مولانا عبد الرحمن چشتی لکھتے ہیں :-

"امروز آن فوائد الفواد مقبول اہلِ دلان عالم شدہ است و دستور عاشقان گشتہ و شرق و غرب عالم گرفتہ"۔

بعد کے تذکرہ نگاروں میں خزینۃ الاصفیا کے مؤلف نے لکھا ہے کہ

"کتاب فوائد الفواد از ملفوظات حضرت شیخ تالیف کردہ وی (خواجہ حسن) است و بغایت مقبول افتادہ"[6]

امیر خسرو نے بھی اپنے مرشد کے ملفوظات افضل الفوائد کے نام سے مرتب کئے ہیں[7]، مگر اس کو

---

[1] سیر العارفین ص ۱۵۳ [2] فرشتہ جلد دوم ص ۳۹۴ [3] ایضاً فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں، امیر خسرو بران رشک بردہ گفت کاش تشریف قبول و تحسین آن نسخہ و تصنیف آن بمن منسوب گشتی و تمام تصانیف من بنام خواجہ حسن گردیدی [4] تاریخ فیروز شاہی ص ۳۴۶ [5] فرشتہ جلد دوم ص ۲۹۴ [6] خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۳۳۶ [7] برٹش میوزیم کیٹلاگ جلد سوم ص ۹۵۱۔

وہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی، برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات میں محبوب الٰہیؒ کے ملفوظات میں ایک کتاب راحت المحبین بھی ہے، جس میں ان کے ایک نامعلوم مرید نے ۶۸۹ھ سے ۶۹۵ھ تک کے ملفوظات درج کئے ہیں[1]، یہ دونوں کتابیں میری نظر سے نہیں گذری ہیں، افضل الفوائد کے اقتباسات بعض تذکروں میں پائے جاتے ہیں، چنانچہ ہم ان اقتباسات اور فوائد الفوائد کو پیش نظر رکھ کر محبوب الٰہیؒ کی تعلیمات کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں :-

ان ملفوظات میں ایک سالک کو توبہ، استقامتِ توبہ، ایمان، استغراق نماز، تلاوتِ قرآن، اوراد و وظائف، فقر و فاقہ، ترک دنیا، جہد و طاعت، مشغولی حق، مجاہدہ، صبر و رضا، توکل، احترام پیر، حلم و بردباری، اور جود و سخا وغیرہ کی وہی تعلیمات دی گئی ہیں، جو چشتیہ سلسلہ کے پیشرو مشائخ نے دی تھی، جن کا ذکر گذشتہ مضامین میں آچکا ہے، کچھ مزید مثالیں ملاحظہ ہوں[2] :-

محبوب الٰہیؒ نے راہ سلوک کے رہرودں کی تین قسمیں بتائی ہیں (۱) سالک (۲) واقف (۳) راجع، اس راہ کے مسلسل چلنے والے سالک ہیں، اور جن کو طاعت و عبادت میں وقفہ حاصل ہو وہ واقف ہیں، اور جو وقفہ میں پھر راہِ سلوک کی طرف رجوع نہ کریں وہ راجع ہیں، (صفحہ ۱۶)

اس راہ میں مندرجۂ ذیل لغزشیں ہیں (۱) اعراض (۲) حجاب (۳) تفاصل (۴) سلب مزید (۵) سلب قدیم (۶) تسلی (۷) عداوت،

ان کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ عاشق سے جب کوئی فعل یا حرکت ایسی سرزد ہو جائے جو معشوق کیلئے پسندیدۂ خاطر نہ ہو تو یعنی معشوق منہ پھیر لیتا ہے اسکو اعراض کہتے ہیں، عاشق کو چاہئے کہ وہ استغفار اور معذرت کرے، اور جب اس کی معذرت قبول نہیں ہوتی تو دونوں کے درمیان حجاب پیدا ہو جاتا ہے، اس حجاب کو دور کرنے کے لئے عاشق خضوع و خشوع کے ساتھ توبہ کرے، اور اگر توبہ قبول نہیں ہوتی ہے، تو تفاصل یعنی جدائی ہو جاتی ہے، اس کے بعد بھی اگر استغفار قبول نہیں ہوتا، تو عاشق سے طاعت و عبادت کا ذوق سلب کر لیا جاتا ہے، اس کے ساتھ وہ اپنی قدیم عبادت کا ثواب بھی کھو بیٹھتا ہے، اور معشوق عاشق کے دل میں جدائی کی

[1] برٹش میوزیم کیٹیلاگ جلد سوم صفحہ ۹۷۵، [2] آیندہ سطروں میں جہاں توسین میں صفحات کے حوالے ہیں، وہ فوائد الفواد کے صفحے ہیں، اور جن سطور کے ساتھ صفحے کے حوالے نہیں لکھے جا سکے ہیں، وہ افضل الفوائد کے اقتباسات ہیں جو اخبار الصالحین مرتبہ عالی جناب نواب معشوق یار جنگ بہادر مرحوم کے صفحہ ۴۰۸ - ۴۱۰ سے لئے گئے ہیں۔

تمام صورتیں پیدا کر دیتا ہے، جس کو تسلی کہتے ہیں، اس سے عاشق اہمال کی طرف مائل ہو جاتا ہے، اور اس کی محبت عداوت میں منتقل ہو جاتی ہے (صفحہ ۷)

سالک کو ہر خطرہ کے حال میں خداوند تعالیٰ کی پناہ کا جویاں ہونا چاہئے، اس کا نام عزیمت ہے، پھر اس عزیمت کو عمل میں منتقل کر دینا چاہئے، (صفحہ ۱۱) جب سالک عبادت و ریاضت کا آغاز کرتا ہے، تو اس کو نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے، لیکن جب وہ صدق دل سے اس کو جاری رکھتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کو توفیق عطا ہوتی ہے، اور اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے (ص ۲۸-۲۷) اس کے بعد وہ مجاہدہ و ریاضت میں ذوق و شوق محسوس کرتا ہے، رفتہ رفتہ اس کو ایسا استغراق ہو جاتا ہے کہ یادِ حق کے سوا ہر چیز اس راہ میں مانع ہو جاتی ہے (صفحہ ۹۱)

اس راہ میں عاشق وہی ہے جو حضور اور غیبت کی حالت میں یکساں رہکر معشوق کی محبت کا دم بھرتا ہو، اور اس کے وصال کا ہمیشہ طالب رہتا ہو، محبت کی دو قسمیں ہیں، ایک محبتِ ذات، دوسری محبتِ صفات، اول الذکر موہبت الٰہی ہے، اور آخر الذکر کسب سے حاصل ہوتی ہے، موہبتِ الٰہی کا تعلق بندہ کے عمل سے نہیں، مگر محبت صفات کو کسب سے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے قلب کو فارغ کرکے اس کو ذکر دوام میں مصروف رکھنا چاہئے، فراغِ قلب کو روکنے والی چار چیزیں ہیں (۱) خلق (۲) دنیا (۳) نفس اور (۴) شیطان، مگر دفع خلق کے لئے عزلت، دفع دنیا کے لئے قناعت اور دفع نفس و شیطان کے لئے اللہ جل شانہٗ سے التجا، فریاد اور گریہ و زاری ہو تو فراغتِ قلب حاصل ہو جاتی ہے،

درویش اہلِ عشق ہوتے ہیں، اور علما اہلِ عقل، جب تک اللہ جل شانہٗ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے، گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے، لیکن محبت جب قلب کے گرد و نواح میں آجاتی ہے، تو پھر گناہ صادر نہیں ہوتا، اہلِ محبت کے دل میں نماز کے وقت دنیا کا خیال آجاتا ہے، تو وہ پھر سے نماز پڑھتے ہیں اور اگر عاقبت کا خیال آجاتا ہے، تو سجدۂ سہو بجا لاتے ہیں،

اس راہ میں صبر، رضا اور توکل لازمی چیزیں ہیں، بلا اور مصیبت کے وقت شکایت نہ کرنا صبر ہے، اور بلا اور مصیبت کے وقت اپنی کراہت کا اظہار نہ ہونے دینا رضا ہے، بظاہر نا ممکن العمل معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقۃً ایسا نہیں، مثلاً تیز رو مسافر کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے، تو وہ کانٹے کا خیال کئے بغیر اپنی راہ طے کرتا چلا جاتا ہے، یا ایک سپاہی جنگ میں مشغول ہوتا ہے، تو پھر اس کو اپنے زخم کا خیال مطلق نہیں

ہوتا، (ص ۵۳) توکل کی تین قسمیں بتائی ہیں، ایک یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے حال کا عالم و دانا سمجھ کر اس سے سوال کرے، دوسرا توکل بچون کا ہے، کہ وہ ماں سے دودھ نہیں مانگتا ہے لیکن پھر بھی اس کو دودھ مل جاتا ہے، تیسرا توکل مردوں کا ہے، کہ وہ اپنے غسال کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں، جس طرح غسال چاہتے ہیں، ان کو غسل دیتے ہیں، محبوب الٰہیؒ کے نزدیک سب سے اعلیٰ توکل یہی ہے، (ص ۵۴) فرمایا کہ ایک شخص کا ایمان مکمل اسی وقت ہوتا ہے جب وہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں کو اونٹ کی مینگنی کے برابر سمجھتا ہو، اور خدا کے سوا کسی اور پر اعتماد نہ کرتا ہو (ص ۱۰۱) جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہو، اور اسی کے ساتھ دنیا کی دوستی بھی رکھتا ہے تو وہ کاذب ہے، (ص ۵۰) عارف کے ستر مقام ہیں، ان میں ایک اس دنیا کی مرادوں سے محرومی ہے، لیکن اگر وہ اپنے کو نیک اور اچھا انسان سمجھنے لگے، اور اس میں رعونت پیدا ہو جائے تو وہ بدترین آدمی ہے، (ص ۲۱۶)

ایک سالک کی یادِ حق کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے :-

(۱) وہ خلوت نشین ہو کہ اس سے اس کا نفس مغلوب ہو گا (۲) وہ ہمیشہ باوضو رہتا ہو، اگر اس کو نیند آجائے، تو جاگنے کے بعد پھر وضو کرلے (۳) صوم دوام رکھنے کی کوشش کرتا ہو، اگر یہ ممکن نہ ہو تو غذا میں تقلیل کرے (۴) غیر حق سے ہمیشہ سکوت اختیار کرتا ہو (۵) شیخ سے قلبی لگاؤ اور محبت رکھتا ہو (۶) حق کی خاطر تمام خواطر کی نفی کر دیتا ہو،

ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ سالک کے لئے چار چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے (۱) دنیا خصوصاً صحبتِ اغنیا (۲) ماسوائے اللہ کا تذکرہ (۳) غیر اللہ کی طرف التفات و توجہ (۴) دل کا میل، یعنی دل میں دنیا کی کسی قسم کی محبت نہ ہو، ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا، کہ

سالک جب کسی چیز سے توبہ کرے تو اس کی نیت خالص ہو (ص ۲۵) اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہے (ص ۵، ۵، ۱۳۹، ۲۰۵) گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کیجاتی ہے، مگر طاعت سے ہزار مرتبہ یعنی جس طاعت میں ریا کا میل ہو، وہ گناہ سے بھی بدتر ہے،

محبوب الٰہیؒ نے سالک کے ظاہری اخلاق پر بھی پورا زور دیا ہے، فرماتے ہیں، کہ مرد میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے (۱) کم کھانا (۲) کم بولنا (۳) کم سونا، اور لوگوں سے کم میل جول رکھنا، مخالطتِ خلق سے پرہیز کی تاکید جابجا ہے، مگر اسی کے ساتھ خلق اللہ کے حقوق کی بھی تعلیم بھی فرمایا،

کہ مومن کے دل کو ستانا اللہ تبارک و تعالیٰ کو تکلیف پہنچانا ہے، مومن وہ شخص ہے، کہ اگر وہ مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے، تو اس کو یہاں درد محسوس ہو،

درویش کو جب کسی سے تکلیف پہونچے، تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بد دعا نہ نکلے، درویش کو پردہ پوش ہونا چاہئے، پردہ پوشی تمام عبادتوں میں افضل ہے،

ہمسایہ کے حقوق کے سلسلہ میں فرمایا، وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اس کو کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو، بیماری میں اس کی عیادت کرو، مصیبت میں غمخواری کرو، اس کا انتقال ہو جائے، تو اس کی میت کے ساتھ جاؤ، اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھو،

شریعت کی پابندی ہر حال میں ضروری بتائی ہے، خصوصاً نماز باجماعت کی بڑی تاکید کی ہے، فرمایا کہ

"اگر دو کس باشند ہم جماعت باید کرد چہ از دو کس جماعت نباشد اما ثواب جماعت باشد، آن دو تن را باید کہ برابر ایستند" (ص ۱۰۶)

خود بھی جماعت کا بڑا اہتمام رکھتے تھے، ضعیفی اور کبرسنی کے باوجود آخر وقت تک نماز باجماعت کیلئے خانقاہ کے کوٹھے پر سے نیچے تشریف لاتے، جمعہ کی نماز کے متعلق ارشاد ہے کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا، تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، اور اگر دو جمعہ ناغہ کرتا ہے، تو دو سیاہ نقطے پیدا ہو جاتے ہیں، اور تین جمعہ کی عدم شرکت سے اس کا تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے (ص ۲۳۱)

کرامت کے اظہار کی ممانعت سختی سے کی ہے، فرمایا کہ

"کرامت پیدا کردن کارے نیست مسلمانے روی راستی گدائے بیچارہ می باید بود"

اسی کے ساتھ یہ حکایت بیان کی کہ ایک بار خواجہ ابو الحسن نوریؒ دجلہ کے کنارے پہونچے، تو دیکھا کہ ایک ماہی گیر دریا میں جال ڈال رہا ہے، خواجہ ابو الحسن نوریؒ نے ماہی گیر کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ اگر میں صاحبِ ولایت و کرامت ہوں گا، تو تمہارے جال میں میرے کہنے سے ڈھائی من وزن کی ایک مچھلی پھنسے گی، اور یہ مچھلی ٹھیک اسی وزن کی ہوگی، نہ کم ہوگی، نہ زیادہ، ان کے ارشاد کے مطابق واقعی اس وزن کی مچھلی پھنس گئی، اس کی خبر حضرت شیخ جنید قدس سرہ کو ملی، تو انھوں نے فرمایا کہ کاش اس جال میں ایک مار سیاہ پھنستا، اور ابو الحسن کو کاٹ لیتا، کہ وہ ہلاک ہو جاتے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں

فرماتے ہین، جواب دیا کہ اگر سانپ ان کو کاٹ لیتا، تو وہ شہید ہو جاتے، لیکن اپنی کرامت کے بعد زندہ رہے، تو ان کو یہ دیکھنا پڑے گا، کہ ان کا خاتمہ کس طرح ہوا، (ص ۱۷۳)

سلسلۂ چشتیہ مین سماع جائز ہے، فوائد الفواد مین کثرت سے اس کا ذکر آیا ہے، محبوب الٰہیؒ نے فرمایا کہ سماع ایک صوت موزون ہے، اس لئے حرام نہین، اس سے تحریک قلب ہوتی ہے، اگر یہ تحریک یادِ حق کے لئے ہے تو مستحب ہے لیکن فساد کی طرف مائل ہے تو حرام ہے، (ص ۲۴۶)

سماع سے تین سعادتین حاصل ہوتی ہین :-

(۱) انوار،

(۲) احوال،

(۳) آثار،

اور یہ تین عالم سے نازل ہوتی ہین :-

(۱) ملک،

(۲) جبروت،

(۳) ملکوت،

اور تین چیزون پر نازل ہوتی ہین،

(۱) ارواح،

(۲) قلوب،

(۳) جوارح،

انوار عالم ملکوت سے ارواح پر، احوال عالم جبروت سے قلوب پر اور آثار عالم ملک سے جوارح پر نازل ہوتے ہین، انوار، پھر احوال اور آخر مین آثار ظاہر ہوتے ہین، آثار کے نزول سے جسم مین حرکت و جنبش پیدا ہوتی ہے، (صفحہ ۳۶) ہو فقط جنبش اور ہیجان پیدا کرنے والی سماع کو ہاجم کہتے ہین، لیکن سماع کے اثر کرنے کے بعد کسی شعر کو خدا یا اپنے پیر یا کسی ایسی چیز کی طرف محمول کرے، جو اس کے دل مین پیدا ہو تو وہ غیر ہاجم ہے، (ص ۱۱۴)

سماع کے لئے حسب ذیل شرطین لازمی ہین :-

(۱) مسمع یعنی سنانے والا، مرد ہو، لڑکا اور عورت نہ ہو،

(۲) مسموع یعنی جو چیز سنی جائے، وہ ہزلیات اور فواحش سے پاک ہو،

(۳) مستمع یعنی جو سنے وہ صرف خدا کے لئے سنے،

(۴) آلاتِ سماع مثلاً چنگ، رباب، اور دوسرے مزامیر نہ ہون، (ص ۲۴۶) محفل سماع مین عورتین نہ ہون، (ص ۹۵)

ایک مجلس مین مریدون نے عرض کی کہ آج کل مخدوم کی خدمت کی خاطر ہر وقت سماع سننا جائز کر دیا گیا ہے، محبوبِ الٰہی نے فرمایا، کہ جو چیز حرام ہے، وہ کسی کے کہنے سے حلال نہین ہو سکتی، اور جو چیز حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہین ہو سکتی، مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہان سماع دف اور چغانہ ساتھ جائز ہے لیکن ہمارے علماء (احناف) اس کے خلاف ہین، لیکن اب اس اختلاف مین حاکم وقت کا جو حکم ہوگا، وہی صحیح ہوگا، مریدون مین سے ایک نے گذارش کی، کہ آج کل بعض خانقاہون مین درویش چنگ و رباب و مزامیر کی محفلِ سماع مین رقص کرتے ہین، محبوبِ الٰہیؒ نے فرمایا، کہ وہ اچھا نہین کرتے، کیونکہ جو فعل نامشروع ہے، وہ ناپسندیدہ ہے، ایک مریدنے عرض کی، کہ یہ درویش جب محفل سے باہر آتے ہین، ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسی محفل مین کیون شریک ہوئے، جہان مزامیر تھے، اور وہان کیون رقص کیا، تو جواب دیتے ہین کہ ہم سماع مین اس قدر مستغرق ہو جاتے ہین، کہ ہم کو خبر نہین ہوتی ہے، کہ اس جگہ مزامیر بھی ہین، محبوبِ الٰہیؒ نے فرمایا کہ یہ جواب درست نہین، اور یہ تمام باتین معصیت کی ہین، (ص ۲۲۷)

(باقی)

ہندوستان مین علوم حدیث کی تالیفات

از

جناب مولوی ابو یحیٰی امام خان صاحب نوشہروی

(۲)

۱۷- سترہوین قسم سیرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ۱۲ کتابین

(۹۰) المنتخب المصطفیٰ فی مولد المصطفیٰ	للشیخ عبد القدیر العیدروسی احمدآبادی (م ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء) (ملاحظہ ہو عدد ۲۸)
(۹۱) اتحاف الحضرۃ العزیزہ بعیون السیرۃ الوجیزہ	
(۹۲) الحدائق الخضرۃ فی سیرۃ النبی واصحابہ العشرہ	
(۹۳) المنہاج الی معرفۃ المعراج	

(۹۴) روضۃ النبی (عربی) للشیخ شاہ حبیب اللہ القنوجی م ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء ...... کتابیست دریک مجلد وسعا بعبارت عربی مشتمل براحوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستنبط از احادیث صحیح بخاری وجز آن" (اتحاف ۸۵)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کی ۳ کتابین،

(۹۵) جذب القلوب الی دیار المحبوب (مع ترجمہ فارسی) سنہ تسوید ۹۹۸ھ/۱۵۸۲ء اور سال تبییض ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء (جذب القلوب ص ۸) یہ کتاب اخبار الوفا باخبار المصطفیٰ مولفہ نور الدین بن سید الشریف عفیف الدین عبد اللہ بن احمد الحسینی السمہودی المدنی م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء کی تلخیص ہے جسکو شاہ صاحب نے سفر حج مین مرتب فرمایا وین از ختام سفر حج این فقیر ست والحمد للہ (جذب القلوب مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ص ۲۵۴)

(۹۶) حلیہ حلیہ سید المرسلین رسالہ فارسی است از شیخ عبدالحق محدث دہلوی دربیان حلیہ و شمائل نبویہ ترجمہ از احادیث وارده این باب وآن را از کتاب خود مدارج النبوۃ جدا کردہ (اتحاف ۵)

(۹۷) منہاج النبوۃ (فارسی)

(۹۸) نظم الدرر والمرجان، للشیخ آدم الدین البرکی جالندھری الہندی مجلد وسط ...... ودر آخرش

گفت قد فرغت من تسوید ھذا الکتاب الجلیل القدر الذی ماصنف فی الاسلام مثلہ قط فی ماظنّ یوم الثلثاء ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء" (اتحاف ۱۷۲)

اور ابتدائے کتاب مین مرقوم ہے کہ یہ شمائل پر لکھی گئی، سن تالیف کا اندازہ سال تبییض (۱۰۹۰ھ/۱۶۸۰ء) سے کیا جا سکتا ہے،

سید محمد مرتضیٰ بلگرامی الزبیدی (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) کی ۳ کتابین،

(۹۹) حدیقۃ الصفار فی والدی المصطفیٰ	بحوالہ قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب (ص ۱۹۴)
(۱۰۰) الانتصار لوالدی النبی المختار	
(۱۰۱) اتحاف الصفا فی صلوۃ المصطفیٰ	

اٹھارھوین قسم سیر ومناقب پر ۸ کتابین،

سید عبد القادر العیدروسی احمدآبادی (م ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء) کی ۲ کتابین،

(۱۰۲) عقد اللآل فی فضائل الآل۔ (بحوالہ التعلیقات السنیہ ۹۵)

(۱۰۳) الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف

سید مرتضیٰ بلگرامی الزبیدی (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) کی ۴ کتابین،

(۱۰۴) الرحیق فی نسب حضرت الصدیق	بحوالہ قضاء الارب من ذکر علماء النحو والادب (ص ۱۹۴)
(۱۰۵) شرح الصدر فی اسماء اہل البدر	
(۱۰۶) اقرار العین من نسب الحسن والحسین	
(۱۰۷) مناقب اہل الحدیث	

معلوم نہیں مناقب اہل حدیث کا مصداق ہندوستان کے اہل حدیث حضرات بھی ہو سکتے ہین یا کتاب کا یہ نام صرف مشغلہ تدریس و تحدیث رکھنے والے خوش نصیبون پر ہی دال ہے، کاش! اصل کتاب مل سکتی تو اصلی مفہوم متحقق ہو سکتا،

نقل گل مین پڑین تو خوب کھلین
خرقہ زہد پر شراب کے رنگ

(۱۰۸) لوامع الانوار فی مناقب السادات الاطہار مولانا عماد الدین معروف بہ

محمد عارف عبد النبی شنکاری اکبر آبادی (بعدد ۳)

(۱۰۹) حالات الحرمین ... مولانا رفیع الدین مراد آبادی (م ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء) بعدد ۲،

انیسویں قسم مدونات (حدیث) ۱۲ کتابیں — شیخ حسن صغانی لاہور (م ۶۵۰ھ / ۱۲۵۲ء) کی ۳ تالیفات،

(۱۱۰) مصباح الدجیٰ من صحاح الاحادیث المصطفیٰ .... (اتحاف ۵۲، التعلیقات السنیۃ ۲۹)

(۱۱۱) الشمس المنیرہ فی الصحاح الماثورہ، محذوف الاسانید .... (اتحاف ۱۲۰، ۱۴۷، ۲۴۳)

(۱۱۲) کشف الحجاب عن احادیث الشہاب (اتحاف ۱۰۲) یہ کتاب شہاب الاخبار کی تہذیب و تبویب ہے، جس کا پورا نام شہاب الاخبار فی الحکم والامثال والآداب ہے، مولفہ قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ ابن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی الشافعی م ۴۵۴ھ / ۱۰۶۲ء (اتحاف ۱۰۲)

ابن سلامہ نے شہاب میں احادیث کے ایک ہزار ایسے ٹکڑے جمع کئے ہیں، جن میں کا ہر ایک جملہ اپنے ماقبل جملے کا گویا دوسرا ٹکڑا تھا، اسی کتاب کا ملخص شیخ نجم الدین الغیطی محمد بن احمد الاسکندری (م ۹۸۴ھ / ۱۵۷۶ء) نے کیا، و اصلاحش امام حسن بن محمد صغانی کردہ وکشف الحجاب عن احادیث الشہاب نام نہادہ و برائے صحیح و ضعیف علامتے مقرر کردہ، و بر ابواب مرتب نمودہ مثل المشارق (اتحاف ۱۰۲) اور اسی کشف کا دوسرا نام تخریج الاحادیث من کتاب الشہاب للقضاعی ہے، (فہرس الکتب العربیہ فی الدار لغایت سنہ ۱۹۲۱ء ص ۹۲، رقم ۱۸۸۵)

(۱۱۳) قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین، منظومۂ فارسی: از شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی (م ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء)

علمائے ہند میں سب سے پہلے تارک تقلید شخصی (قولاً و فعلاً) تنتق اول پر آپ کا فارسی دیوان ناطق ہے جس کی تمام غزلیں تقلید کی مذمت اور اتباع (من غیر تقلید) پر دال ہیں، اور شق دوم پر آپ کا عمل یہ تھا، کہ جامع مسجد دہلی میں زجمعہ شاہ ولی اللہ م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء آمین بالجہر کہی، اس میں پکڑے گئے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے حضور میں بحیثیت مجرم پیش ہوئے، شاہ صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں جہر بھی ہے، اس پر حضرت زائر کو رہائی نصیب ہوئی، (مستفاد از تراجم علمائے حدیث ہند جلد ا ص ۳۳۹)

جناب زائر سلسلۂ شاہ محمد اجمل مرحوم (دائرہ شاہ اجمل الہ آباد) سے ہیں، اختلاف عقائد و عمل کے باوجود بقیۃ السلف اصحاب دائرہ آپ کی تعظیم فرماتے ہیں، دائرہ میں آپ کا لقب حاجی صاحب ہے، اور جب سے آپ نے دائرہ میں مزامیر بند کئے آج تک ان کا رواج نہ ہوسکا، کہ ع

ع نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

سید محمد مرتضیٰ بلگرامی الزبیدی (م ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء) کی ۳ کتابیں،

(۱۱۴) اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترۃ "وجملہ احادیث این کتاب ہفتاد و یک حدیث ہست، کہ اہل حدیث آن را متواتر گفتہ اند سال تالیفش ۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۰ء ہست" (اتحاف ۱۲۰)

(۱۱۵) امالی الحنفیہ، مولف سے بنفسہ منقول ہے:-

"فہذہ احادیث و آثار و اشعار املیتہا من حفظی و لفظی فی زاویۃ القطب شمس الدین ابی محمود الحنفی قدس سرہ عقیب دروس کتاب الشمائل للحافظ ابی عیسیٰ الترمذی جمعتہا فی ہذہ الاوراق قبل الاند شاہ" (اتحاف النبلاء ۲۴)

(۱۱۶) عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ امام ابی حنیفہ (علمائے ہند ۲۲۴ رسالہ معارف میں اس پہ مفصل مضمون شائع ہوچکا ہے،

(۱۱۷) نور العینین فی اثبات رفع الیدین (عربی قلمی) مولانا شمس الحق ڈیانوی بہاری (م ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء) صاحب عون المعبود کے کتب خانہ میں ہے،

از شاہ ابو اسحاق لہراوی اعظم گڈھی (م ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۸ء) آپ شیخ محمد ناصح الہ آبادی اور شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی (م ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۰ء) کے شاگرد ہیں، (مستفاد از تراجم علمائے حدیث ہند ج ا ص ۳۸۲)

(۱۱۸) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، از مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) مشہور و متداول ہے نواب صاحب فرماتے ہیں،

"در بیان حکم رفع مذکور و تامین بالجہر و قرأت فاتحہ خلف الامام و ضم یدین و جز آن بادلۂ حدیثیہ موافق اصول حنفیہ ....." (اتحاف ۴۴)

(۱۱۹) قویم فی احادیث النبی الکریم، از مولانا سخاوت علی جونپوری (م ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء) عربی حامل المتن ترجمہ اردو صفحات ۵۲۲، مطبوعہ مطبع صدیقی بنارس (۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء) سال طبع شروع میں مولف فرماتے ہیں :-

"اقرؤا کتابی الذی جمعت فیہ الاحادیث والآثار الصحیحۃ فی السنن والاحکام لبشق الانفس وانتسبت بائمۃ الفن واحتسبت

فیہ مِنَ المسلک الکریہہ،

یہ بخاری کی طرح افتتاح حدیث انما الاعمال بالنیات سے ہوا، اس کے بعد باب الطہارۃ اور آخر کتاب مین باب الفرائض ہے، اس کی آخری حدیث "الحقوا الفرائض باھلھا" ہے اور اسی پر کتاب ختم ہوگئی ہے، بہ ترتیب فقہی مولانا سخاوت علی کا ترجمہ بعنوان القول الجلی فی تذکرۃ مولانا المولوی سخاوت علی (اردو مین) بطور ضمیمہ آخر مین منضم ہے،

آپ کے اساتذہ مین مولانا اسمٰعیل شہید (م ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور مولانا ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) ہین، جونپور کا مشہور مدرسہ قرآنیہ (جامع مسجد) اور وہان کا معروف خاندان علم و فضل آپ کے باقیات صالحات سے ہین،

انہی دونون سے الٹی رہی زندان آباد غل ہو زنجیر کا نالہ ہو گرفتارون کا

(۱۲۰) اثبات رفع الیدین فی المواضع الاربعۃ من العقود (فارسی) از سید حیدر علی رام پوری (م ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) تراجم علمائے حدیث ہند ج اص ۴۵۰) آپ اور آپ کے بھائی سید محمد علی دونون علم و عمل کی دوگونہ سعادت سے بہرہ اندوز تھے، علم کی داستان تو مدرسون اور کتابون کی زبان پر ہے، اور عمل کا فسانہ مشہد شہدائے ہند بالاکوٹ پر منقوش ہے، سعادت جہاد سے سرفراز ہوئے۔ اور وہان سے امام نے یہی سبق دوسرون کو پڑھانے کے لئے مدراس بھیج دیا،

کچھ قریون کو یاد ہین کچھ بلبلون کو حفظ عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستان کے ہین

(۱۲۱) منتہی المقال فی شرح حدیث شد الرحال، از مفتی صدر الدین دہلوی (م ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) (اتحاف ۱۹۱) امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء) کے ذکر خیر پر مشتمل ہے، گویا مفتی صاحب علامہ تقی الدین سبکی (م ۷۵۶ھ/۱۳۵۵ء) کی زبان سے بول رہے ہین، شفاء الاسقام (للسبکی ممدوح) کا اردو ترجمہ، عربی نہ جاننے والون کے افادہ کی غرض سے امارت شرعیہ پھلواری شریف نے چھپوا دیا ہے، یہ کتاب مسئلہ وجوب زیارۃ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے، جس (وجوب) کے انکار کی پاداش مین ابن تیمیہ محبوس ہوئے، اور محبس سے ملائکہ کے دوش پر نکلے، اس مسئلہ پر مولانا ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) اور مولوی بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے درمیان بحثین ہوئی ہین،

لہ معارف: — یہ صحیح نہین ہے،

بیوین قسم موضوعات حدیث پر کتابین

(۱۲۲) رسالہ فی الموضوعات، از شیخ حسن صغانی لاہوری (م ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) میرے مقدم جناب ڈاکٹر زبید احمد صاحب نے معارف دسمبر ۱۹۴۲ء مین شیخ حسن ممدوح کے رسائل موضوعات حدیث مین صرف ایک رسالہ کا تذکرہ فرمایا ہے، کہ ان مین ایک حسن صغانی مقدم الذکر کا رسالہ فی الموضوعات من الحدیث ہے،

مگر مولانا عبد الحی لکھنوی (م ۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) الفوائد البہیہ مین امام حسن صغانی کی تالیفات کے ذیل مین آپ کے رسائل موضوعات مین ۲ رسالون کا ذکر فرماتے ہین، لیکن نام نہین لکھا ہے،

"قلت[1] ومن تصانیفہ رسالتان جمع فیھما الاحادیث الموضوعۃ وادرج فیھما کثیراً من الاحادیث الغیر الموضوعۃ فعد ذالک من المتشددین کابن الجوزی وصاحب سفر السعادۃ وغیرھما من المحدثین" (الفوائد البہیہ صف[3])

فہرس دار الکتب العربیۃ الموجودۃ فی الدار لغایت سنہ ۱۹۲۱ء (ص ۱۱۵، رقم ۱۵۰۵) مین شیخ حسن صغانی (م ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) کی ایک تالیف (حدیث) کا نام الدر الملتقط فی تبیین الغلط درج ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضوعات حدیث پر ہے، مگر مرتب فہرس نے شیخ کے اس رسالہ کا ذکر عنوان موضوعات حدیث مین نہین کیا ہے، یون بھی اس فہرس مین کئی کتابون کا اندراج غیر محل مین ہے، اسی فہرس مین امام حسن لاہوری (ممدوح الصدر) کی موضوعات حدیث مین ۲ اور کتابون کا ذکر ہے،

ایک فی الاحادیث الموضوعۃ تالیف ابی الفضائل حسن بن محمد بن الحسن الصغانی مخطوط : ۲۰، مجامیع : ص ۱۱۸،

دوسری رسالہ اُخرٰی فی الاحادیث الموضوعۃ للمولف المذکور، مخطوط (ص[۸])

لہ (۱) الفوائد البہیہ مین لفظ قلت سے مولانا عبد الحی کا قول مراد ہے جیسا کہ ص ۹ س ۸ مین خود تصریح فرمادی ہے،

(۲) الفوائد البہیہ تلخیص ہے اعلام الاخیار محمود بن سلیمان لکھنوی کی،

(۳) التعلیقات السنیہ جو الفوائد..... کے حاشیہ پر ہے وہ البتہ مولانا کی تالیف ہے مگر تعجب ہے کہ اس مین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے صاحبزادون کا ذکر نہین ہے، حوالہ (۱ب) فہرس دار الکتب العربیۃ مذکورۃ الصدر

(۱۲۳) **الاحادیث الموضوعہ** (قلمی) از شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء)

(فہرست نوادر ندوۃ العلماء لکھنؤ ص ۲۸۵ عدد مسلسل ۱۱۳۹)

اکیسوین قسم اربعینات اور ان کی شرح پر ۱۲ کتابین

(۱۲۴) **اربعین** : ابو الحسن عبد الغافر بن اسماعیل بن عبد الغافر الفارسی (م ۵۲۹ھ / ۱۱۳۴ء) (بحوالہ فہرس الکتب العربیۃ ... مخطوطہ نمبر ۱۲۹۵ صف ۸۰) ترجمہ کے لئے عدد ۳۲ ملاحظہ ہو،

(۱۲۵) **شرح اربعین**، از مخدوم نوح ٹھٹھوی سندی (م ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء) (علماے ہند ۲۲۲) تاریخ معصومی مین ہے :-

"مخدوم رکن الدین المشہور بمخدوم متو (بالتار) و فی البعض متھو کہ تلفظ سندی است (م ۹۴۹ھ / ۱۵۴۲ء) در بلدہ ٹھٹھہ وفات یافت،

(تاریخ معصومی ص ... تالیف سید محمد معصوم بھکری المتوفی ۱۰۱۹ سنہ مطبوعہ قیمہ (بمبئی ۱۹۳۸ء)

(۱۲۶) **شرح اربعین النوویہ**
(۱۲۷) **شرح اربعین ملا علی قاری**

} از شیخ محمد حیات سندی (م ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء)

(۱۲۸) **شرح اربعین نووی** : مولوی رفیع الدین مراد آبادی (م ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء) (اتحاف ۲۵۱)

(۱۲۹) **حبل المتین شرح اربعین** : از مولوی عبد الباسط قنوجی (م ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء) (اتحاف ص ۱۰۱)

(۱۳۰) **اربعین** : از سید اولاد حسن قنوجی (م ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء) "منظوم بفارسی بطرز مثنوی مولوی روم دریک جلد موسوم بہ راہ نجات و غالب احادیث او در رد شرک و بدع است (اتحاف ۹) ممدوح نواب صدیق حسن خان کے والد بزرگوار ہین،

(۱۳۱) **باغ رحمت** : (بزبان فارسی) مولانا سید محمد علی رام پوری (م ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء) نواب محمد علی خان والی ٹونک نے طبع کرائی تھی، چہل حدیث کا ترجمہ ہے، (تراجم علماے حدیث ہند ج ۱ ص ۴۹۸)

(۱۳۲) **اربعین فی فضل الحج والعمرۃ** : از شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر مکی (م ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء) ومترجم این اربعین مولوی عبد القیوم است (اتحاف ۱۱) (سال وفات مولوی عبد القیوم ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء)

(۱۳۳) **الاحادیث المتبرکہ** :- چہل حدیث است با ترجمۂ اردو و فوائد مفتی عنایت احمد (م ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء) - (اتحاف ۵۰)

(۱۳۴) **اربعین فی فضائل المہدیین**
(۱۳۵) **اربعین فی فضائل المجاہدین**
(۱۳۶) **اربعین فی ما یتعلق بالامیر والتابعین**

} "واین ہر سہ اربعین از علی سے پدر است" (اتحاف ۱۱)

راقم الحروف نے اس کا مطبوعہ نسخہ پڑھا ہے، اس کی بعض احادیث بھی نقل کرائی تھین، ایک کالم مین حدیث دوسرے مین اردو ترجمہ، ان مین سے ایک مولانا ولایت علی صادق پوری (م ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۳ء) اور باقی دو آپ کے خاندان یا اعوان و انصار کی تالیفات ہین، ۱۳۰۵ھ / ۱۲۶۴ء سے قبل ہی ان حضرات کا انتقال ہوا، اصل کتاب فی الوقت دستیاب نہین ہو سکی، اس مجموعہ مین اور رسائل بھی ہین، جن کا نام تسعہ رسائل ہے،

بائیسوین قسم اور آخری قسم اذکار ماثورہ پر ۳ کتابین

(۱۳۷) **اسباب النجاۃ والنجاح فی اذکار المساء والصباح** : از شیخ عبد القادر العیدروسی الاحمد آبادی (م ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء) (التعلیقات السنیہ ۳۶) عدد ۲۰ ملاحظہ ہو

(۱۳۸) **کتاب الاذکار** : مولوی رفیع الدین مراد آبادی (م ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء) اتحاف ۵۱ (عدد ۴۰ ملاحظہ ہو)

(۱۳۹) **انتخاب الحسنات ترجمۂ دلائل الخیرات** : مولوی عبد الباسط قنوجی (م ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء) (اتحاف ۱۰۰) (عدد ۴۲)

ذکر مناقب (فی المناقب)

(۱۴۰) **رسالہ فی احادیث متعلق بفضل یوم عاشوراء** از سید محمد مرتضیٰ بلگرامی الزبیدی (۱۲۰۵ھ) : مخطوط : ۱۶۰ مجامیع : (فہرس الکتب الموجودۃ فی الدار لغایت ۱۹۲۱ء)

(۱۴۱) **سلوۃ الکئیب بذکر الحبیب** : از مولوی رفیع الدین مراد آبادی (م ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء) (عدد ۴۲)

استفسار و جواب

حضرت عمرؓ اور غزوۂ احد میں ثبات قدمی

جناب سعید احمد باڑی شمسی دہلوی
دہلی ٹمبر ہاؤس صدر کباڑی بازار دہلی

"گذارش ہے کہ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے الفاروق میں ص ۲۳ پر بحوالہ تاریخ بلاذری حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنگ احد میں ثابت قدم نہ رہنا، اور جناب باری کا اس کو معاف فرما دینا تحریر فرمایا ہے، تو کیا اس روایت کا انحصار صرف بلاذری پر ہے، جس کے راویوں کو علامہ مرحوم نے مجہول الحال قرار دیا ہے، کیا بلاذری کے علاوہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر صحاح و مسانید کتب تاریخ میں اس فرار کا قطعی ذکر ہی نہیں ہے، امیدوار کہ بادی حقیقت نما اس کے جواب سے حقیر کو سرفراز فرمائیں گے،"

معارف:- غزوۂ احد میں حضرت عمرؓ کی ہمت کے شکست ہوجانے اور میدان جنگ چھوڑ دینے کی جو روایت بلاذری کی کتاب انساب الاشراف سے منقول ہے، اس کی تصدیق کتب صحاح یا تاریخ سے نہیں ہوتی، میں نے احتیاطاً مختلف کتب صحاح و تاریخ کا مراجعہ کیا، یہ روایت کسی جگہ نظر نہیں آئی، اس لئے جیسا کہ مولانا شبلی مرحوم نے لکھا ہے یہی باور کیا جائے گا، کہ وہ روایت سراسر بے بنیاد ہے،

افسوس کہ انساب الاشراف کی وہ جلد ہمارے کتب خانہ میں موجود نہیں، جس میں حضرت عمرؓ کے حالات درج ہیں ورنہ ہم صحیح طریقہ سے اس روایت اور خود بلاذری کے نزدیک اس کی حیثیت پر گفتگو کر سکتے تھے، کیونکہ دوسری روایتوں میں اس کی واضح شہادتیں موجود ہیں، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آخر وقت تک غزوۂ احد میں ثابت قدم رہے، علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں واقدی اور خود بلاذری کے حوالہ سے ان لوگوں کے نام گنائے ہیں، جو غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم

رہے تھے، اس فہرست میں حضرت عمرؓ کا اسم گرامی موجود ہے، علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:-

وقد ذکر الواقدی والبلاذری اسماء من ثبت معہ صلی اللہ علیہ وسلم من المہاجرین ابوبکر وعمر وعلی وسعد بن عوف ومن الانصار اسید بن حضیر..... الخ

(مقدمہ فتح الباری ص ۳۰۹)

واقدی اور بلاذری نے ان لوگوں کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے، جو غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے، ان میں مہاجرین میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ و حضرت سعد بن عوفؓ تھے، اور انصار میں سے حضرت اسید بن حضیر..... (وغیرہ) رضی اللہ عنہم،

بہرحال حضرت عمرؓ غزوۂ احد میں شروع سے آخر تک ثابت قدم رہے، اور پہاڑی پر چڑھنے کے بعد ابوسفیان سے ان کا وہ مشہور مکالمہ ہوا جو حدیثوں اور تاریخوں میں درج ہے،

"ض"

امام ابو حنیفہ و امام مالکؒ کے نزدیک صحیح احادیث کی تعداد

جناب مظہر حسین صاحب
معرفت یونین ٹینری نمبر ۱۳ فیرس لین چورنگی کلکتہ

(۱) کیا امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ تھا کہ تمام مجموعہ ہائے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے صرف (۱۷) سترہ حدیثیں صحیح اور قابل عمل ہیں، باقی تمام احادیث غیر صحیح اور ناقابل عمل،

(۲) کیا حضرت امام مالکؒ یا امام حنبلؒ کا یہ عقیدہ تھا کہ تمام مجموعہ ہائے احادیث نبویہ میں سے صرف (۷۰) ستر احادیث صحیح اور قابل عمل ہیں، باقی غیر صحیح اور ناقابل عمل،

(۳) کیا علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النعمان میں یہ لکھا ہے، کہ امام ابو حنیفہ صرف سترہ احادیث کی صحت کے قائل تھے، اور امام مالکؒ یا امام حنبل (احمد بن حنبلؒ) صرف ستر احادیث کے اور یہ ائمہ کرام، ایا، ۔ کے سوا باقی تمام احادیث کے غیر صحیح اور ناقابل عمل ہونے کے قائل تھے"؟

معارف :- یہ ساری روایتیں بے بنیاد ہیں،

۱- امام اعظم علیہ الرحمہ کے زمانہ تک تو احادیث کے وہ مجموعے جو اس زمانہ میں ہمارے ہاتھوں میں مدون موجود ہیں، سرے سے مدون نہیں ہوئے تھے، اس لئے ان کی طرف اس قسم کا قول منسوب کرنا صریحاً افتراء ہے،

۲- امام مالک کا ترتیب دیا ہوا مجموعۂ احادیث موطا موجود ہے، اس میں تمام تر صحیح حدیثیں ہیں، ابتداءً موطا میں دس ہزار حدیثیں تھیں، لیکن امام مالک نے آٹھ ہزار سے زیادہ حدیثیں مجموعہ سے علیحدہ کردیں اور ۱۷۰۰ حدیثیں اس میں باقی رکھیں، ان میں سے مسند و مرفوع ۶۰۰ ہیں، اس لئے اگر بہ فرض یہ بھی مان لیا جائے کہ امام مالک کے نزدیک صحیح اور قابل عمل حدیثیں وہی ہیں، جو موطا میں موجود ہیں، تو بھی ان کی تعداد ستر کے بجائے ۱۷۰۰ ہے، حالانکہ یہ تعداد دراصل ان احادیث کی ہے جن کو انھوں نے اپنے منتخب مجموعہ میں لینا مناسب سمجھا، اس کا یہ مقصد نہیں کہ اس سے باہر کی حدیثیں ان کے نزدیک صحیح نہیں تھیں،

۳- سیرۃ النعمان کے نسخے آپ کو کلکتہ میں مل جائیں گے، آپ خود مراجعہ کرکے دیکھیں کہ کسی جگہ بھی اس قسم کی کوئی روایت یا عبارت موجود ہے، بلکہ صرف یہ ہے کہ

"حدیث کے متعلق پہلا اجمالی خیال جو امام صاحب کے دل میں پیدا ہوا، وہ یہ تھا کہ بہت کم حدیثیں ہیں جو صحیح ہیں، یا یہ کہ بہت کم حدیثیں ہیں جن کی صحت کا کافی ثبوت موجود ہے" (ص ۸۴)

اس کا مقصد یہ نہیں کہ تحدید کرکے ۱۷، یا ۱۰، متعین کردی جائیں آپ اس کو سیرۃ النعمان ص ۸۴ و ۸۵ میں خود پڑھیں، تفصیل سامنے آجائے گی، مولانا شبلی مرحوم نے تو اس کی تردید کی ہے اور آگے چل کر لکھا ہے کہ "ان کے شاگردوں نے خود اُن سے سینکڑوں حدیثیں روایت کی ہیں" (ص ۸۵) "س"

سائنس کے بعض نظریے اور اسلام

جناب مظہر حسین صاحب
معرفت یونین منیری نمبر ۱۳ فیرس مین چورنگی روڈ

(۱) موجودہ سائنس کا خیال ہے کہ دنیا گول ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم یا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فیصلہ ہے!

(۲) موجودہ سائنس کا خیال ہے کہ سورج نہیں گردش کرتا، بلکہ دنیا سورج کے اردگرد

گھومتی ہے، اس سلسلہ میں قرآن حکیم یا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فیصلہ ہے،؟

معارف :- دنیا گول ہو یا مستطیل، دنیا سورج کے گرد گھومتی ہے، یا سورج دنیا کے گرد چکر کرتا ہے، یہ اور اس قسم کے تمام مسائل، اسلام کے موضوع گفتگو سے باہر ہیں، دنیا کے متعلق اسلام کا عقیدہ صرف اسی قدر ماننا ضروری ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے، اس نے اس کائنات کے قیام و بقا اور کاروبار کے جاری رہنے کے لئے چند طبعی قوانین بنا دیتے ہیں، انھی کے بموجب اس کائنات کا کاروبار جاری ہے، بندوں کو یہ بھی حکم دیا گیا، کہ وہ آسمان و زمین، چاند، ستارے کے پیدا کئے جانے اور ان کے کام آنے کے منافع پر غور و فکر کریں، تاکہ اس سے ان کے پیدا کرنے والے کی عظمت و کبریائی کی یاد تازہ رہے، لیکن اسلام نے اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ دنیا کو گول یا مستطیل مانیں، انسانوں کو عقلیں دی گئی ہیں، وہ ان سے کام لیں، علوم عقلیہ کے ذریعہ مسائل و نتائج حاصل کریں، اگر ایک انسان کی قائم کی ہوئی عقلی دلیلیں معقول ہیں، تو دوسرے انسان اپنے عقل و شعور سے ان کی صحت و عدم صحت کی جانچ کریں، اور جو کچھ عقلی طور پر سمجھ میں آئے، اس کو تسلیم کریں اور اگر معارض دلیلیں ان کے ذہن میں آئیں، تو وہ ان کو پیش کریں، اور اُن سے نتائج کو ثابت کریں،

اس لئے اسلام کی عدالت میں یہ مسائل سرے سے پیش نہیں ہو سکتے، اسلام کا مطمح نظر تزکیۂ اخلاق ہے، اور بندوں کو ان کے رب کی بارگاہ تک لیجانا، اور رب کی مرضیوں کے مطابق بندوں کو اپنی زندگی گذارنے کی تلقین کرنا ہے، اس لئے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان حدود میں دنیا کے گول یا مستطیل ہونے، سورج یا زمین کے گردش کرنے کے مسائل داخل نہیں ہو سکتے ہیں، اس لئے ان کے متعلق اسلام کا کوئی خاص نقطۂ نظر مقرر نہیں ہے،

اسلام نے انسانوں کو یہ پیام ربانی سُنایا کہ

وَخَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا،	جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہارے لئے پیدا کیا۔

نیز کہا

سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے مسخر کیا گیا۔

ظاہر ہے کہ جب موجودات کا ذرہ ذرہ ہمارے تابع کیا گیا تو یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے تجربوں اور مشاہدوں سے ان کے نفع و نقصان اور سودمند ہونے اور ضرررساں ہونے کے مواقع کو پہچانیں، اور اپنے علم سے فائدہ اٹھائیں، اسلامی مطمح نظر کے مطابق علم کی دو بنیادی قسمیں ہیں، اصلی علوم، اور علوم آلیہ، اصلی علوم وہ ہیں جن کا منبع و سرچشمہ

وحی ربانی ہے، ان علوم کے ذریعہ انسان خالق کی معرفت حاصل کرتا ہے اور طاعت بجالاتا ہے اور یہی انسان کی پیدایش کا
اصل مقصود ہے، دوسرے علوم آلیہ ہیں جن کا سرچشمہ عقل انسانی تجربہ مشق اور اکتساب ہے، اسلام کے نصب العین کے
مطابق ان علوم کے ذریعہ اس دنیا میں زندگی گذارنے کے وسائل حاصل ہوتے ہیں اور زمین و آسمان کے موجودات کو
انسانوں کے لئے جو مسخر کیا گیا ہے انسان ان علوم کے ذریعہ ان کو اپنے تابع کرتا ہے، ان دونوں علوم کو شرعی و
دنیاوی علوم سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، امام غزالی اور دوسرے علمائے اسلام نے شرعی علوم کی تحصیل کے ساتھ ان دنیاوی
علوم کی تحصیل کو بعض اوقات فرض کفایہ کی حد تک ضروری قرار دیا ہے، اور جب انسان موجودات عالم کے متعلق
اپنے علم کو عقل و شعور سے بڑھائیگا تو اس کو نئے تجربوں اور مشاہدوں سے سابقہ ہوگا، اور ان تجربوں اور مشاہدوں سے
اس کی رائیں بدلتی جائینگی، اس لئے موجودات عالم میں سے کسی خاص چیز مثلاً زمین یا سورج کے متعلق یہ دریافت
کرنا کہ قرآن مجید یا احادیث کے رو سے دنیا گول ہے یا مستطیل، زمین گردش کرتی ہے یا سورج چکر لگاتا ہے،
صحیح نہیں ہے، اسلام کے بنیادی عقائد کا تعلق تمام تر علوم اصلیہ یعنی شرعی علوم سے ہے، ان میں اس کے چند
خاص عقیدے مقرر ہیں جن پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا گیا، اور ان سب عقائد کا سرچشمہ تمام تر وحی الٰہی ہے،
باقی دنیاوی علوم جو انسانوں کے زیر مشق ہیں، ان کے لئے اسلام نے نہ کوئی عقیدہ بیان کیا ہے، اور نہ کسی
خاص مسئلہ میں اس کے کسی خاص پہلو کو قبول کرنے کا مشورہ دیا، ان علوم کے سارے مسائل و معتقدات
نظریات ہیں، اور نظریات کی اصل حقیقت یہی ہے کہ ان پر مشق و تجربہ کا سلسلہ جاری رہے، اور انسان
ان کو اپنی عقل و تجربہ کی میزان پر تولتا اور رد و قبول کرتا رہے،

والسلام "س"

خلاصۃ التواریخ

جناب محمد اسلم صاحب
بکرالہ جہلم (پنجاب)

"خلاصۃ التواریخ کو کس نے لکھا اور کس
زمانہ میں لکھی گئی"

معارف:- خلاصۃ التواریخ سبحان رائے کی تصنیف ہے، ۴۰ جلوس عالمگیری یعنی
۱۱۰۷ھ میں تکمیل پائی ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے، کتاب چھپ چکی ہے،

"س"

مطبوعات جدیدہ

نادرات شاہی شائع کردہ کتب خانہ ریاست رامپور، تقطیع بڑی، ضخامت ۳۰۰ صفحے، کاغذ
اچھا، ٹائپ روشن، قیمت مرقوم نہیں، پتہ کتب خانہ ریاست رامپور،

کتب خانہ ریاست رامپور کی جانب سے اہم اور نادر کتابوں کی اشاعت کا جو مفید سلسلہ شروع
ہوا ہے، نادرات شاہی اس سلسلہ کی ایک نادر کڑی ہے، تیموری سلاطین سنسکرت اور ہندی زبان اور ان کے
علوم و فنون کے بڑے قدردان اور سرپرست تھے، ان کی قدردانی کی یادگاریں آج تک باقی ہیں، نادرات شاہی اسی
سلسلہ کی ایک قیمتی یادگار ہے، شاہ عالم ثانی اردو اور فارسی کے ساتھ ہندی کا بھی قادر الکلام شاعر تھا، ان
تینوں زبانوں میں اس کے کلام کا ایک نادر مجموعہ جو خود شاہ عالم کے حکم سے ۱۲۱۲ھ میں ترتیب دیا گیا تھا، ریاست
رامپور کے کتب خانہ میں موجود تھا، اس کے فاضل ناظم مولوی امتیاز علی خان صاحب عرشی کی جوہر شناس نگاہ
نے اس کو ڈھونڈ نکالا، اور ان کی تصحیح و مقدمہ کے ساتھ کتب خانہ کی جانب سے شائع ہوا ہے، اس میں
فارسی اردو کی صرف چند غزلیں ہیں، اس لئے درحقیقت اسے ہندی ہی کے کلام کا مجموعہ کہنا چاہئے، یہ نسخہ
نہایت مرتب ہے، ہر صنف شاعری کی نظمیں الگ الگ اور اردو دیوناگری دونوں رسم الخط میں لکھی ہوئی ہیں، اکثر نظموں کے راگ
اور تال بھی دیدئے ہیں، راقم الحروف کو ہندی زبان سے بہت کم واقفیت ہے، لیکن جس حد تک ہو سکے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ شاہ عالم کا یہ کلام
ہندی کے کسی اچھے شاعر کے کلام سے کسی طرح کم نہیں، مجموعہ مختلف حیثیتوں سے قابل قدر ہے، شاعرانہ حیثیت
کے علاوہ اس سے قلعہ معلی کی زندگی، اس کے رسوم اور شاہ عالم کی خانگی زندگی کے متفرق حالات
معلوم ہوتے ہیں، جن لوگوں کو فاضل مصحح کی تصحیح کردہ کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا ہے، ان کو
اس کا علم ہوگا کہ تصحیح کے اہتمام اور مختلف ماخذوں سے کتاب و مصنف کے متعلق ضروری معلومات

کی فراہمی اور تلاش و تحقیق کے اعتبار سے ان کی تصحیح کردہ کتابوں کی حیثیت مستقل تصنیف سے کم نہیں ہوتی، یہ کتاب بھی ان خصوصیات کی حامل ہے، چنانچہ کتاب کے شروع میں مصحح کے قلم سے شاہ عالم ثانی کے محققانہ حالات، اس کے علمی و ادبی ذوق پر تبصرہ اور دوسرے متفرق و مفید معلومات ہیں، نام و مقالات کا انڈکس بھی دیدیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ مجموعہ اصحاب علم میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا،

داستان کربلا مرتبہ جناب محمد عبد الرحمٰن سعید صاحب صدیقی، تقطیع اوسط ضخامت ۲۵۶ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر قیمت عہ/ مجلد ار/ ہے، عثمانیہ، پتہ نفیس اکیڈمی حیدرآباد دکن،

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا حادثہ تاریخ اسلام کا ایسا واقعہ ہے، جس میں اسلامی فرقون نے بڑی افراط و تفریط سے کام لیا ہے، بعضون نے اس کو اپنی ملی زندگی کا محور بنایا ہے، بعض ناواقف اسلام کے سیاسی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے اس پر اعتراض کرتے ہیں، لائق مرتب نے اس دوسرے گروہ کے جواب میں واقعۂ کربلا کے متعلق ہندوستان کے چند مشاہیر اصحاب علم و قلم کے سات مضامین و تقریرین اس کتاب میں جمع کردی ہین، چار مضامین داستان کرب و بلا، حادثۂ کربلا، اسوۂ حسین اور یاد حسین مولانا ابو الکلام آزاد کے ہین، ایک مضمون شہادت حسنی مولانا سید مناظر احسن گیلانی کا اور دو تقریرین ذکر حسین و شہادت کبریٰ بہ ترتیب شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خان اور نواب بہادر یار جنگ مرحوم کی ہین، جو انھون نے گذشتہ برسون سالانہ یادگار حسینی کے موقع پر کی تھین، ان مضامین اور تقریرون میں واقعۂ کربلا کے تاریخی حالات اس کی دینی اخلاقی و سیاسی حیثیت کی پوری تفصیل و تشریح ہوگئی ہے، یہان تک مرتب کی نیت نیک اور ان کا مقصد بالکل صحیح تھا، انھون نے کتاب کے مقدمہ مین یزید کی نااہلیت اور اس کی بیعت کی کیفیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس سے بھی انکار نہین، لیکن ایک صدیقی کے قلم سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مخفی طنز نازیبا ہے، مقدمہ کا بڑا حصہ دار المصنفین کی کتاب تاریخ اسلام سے ماخوذ ہے، جا بجا حوالے بھی دیئے ہین لیکن بعض عبارتین بلا حوالہ بھی نقل کردی ہین، یا اصل ماخذون کا حوالہ دیدیا ہے، نفس کتاب حادثۂ کربلا پر مضامین کا اچھا مجموعہ ہے،

تاریخ سیاسیات مؤلفہ جناب عبد المجید صاحب صدیقی استاد تاریخ جامعۂ عثمانیہ، تقطیع چھوٹی ضخامت ۰۰۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ے/ پتہ سب رس کتاب گھر ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد،

اردو زبان اب سیاسیات کے موضوع سے بیگانہ نہین رہی، اور جامعہ عثمانیہ کے بدولت اس پر کئی کتابین نکل چکی ہین، از زیر نظر کتاب نیا مفید اضافہ ہے، اس مین انسان کے دور وحشت سے لے کر موجودہ زمانہ تک اس کی عمرانی ترقی اور مشرق و مغرب مین مملکت و حکومت کے متعلق سیاسی تصورات اور اس کے نظریون کے ارتقاء و تغیرات کی تاریخ بیان کی گئی ہے، کتاب مین دورون میں تقسیم ہے، پہلے دو مین انسان کے دور وحشت اس کی عمرانی ترقی اور مشرقی ملکون اور یونان و روما کے سیاسی نظریون اور سیاسی نظامون کا حال، دوسرے مین مملکت و حکومت کے متعلق اسلام و مسیحیت کے سیاسی تصورات اور اس کے نظام کا ذکر اور تیسرے مین یورپ کی نشاۃ ثانیہ سے لیکر موجودہ دور تک مختلف دورون کے حالات اور اس کے نتائج کی روشنی مین ہر زمانہ کے مفکرین کے سیاسی نظریون اس کے عہد بعہد کے تغیرات اور موجودہ دور کے سیاسی نظامون کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے، جس سے انسان کی عمرانی زندگی کی پوری سرگذشت اور مشرق و مغرب مین سیاسی تصورات کے ارتقاء اور اس کے مختلف نظامون کی پوری تاریخ سامنے آجاتی ہے،

میخانۂ ریاض، از جناب تسنیم مینائی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۰۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت ے/ ۱۲ سکہ عثمانیہ عہ/ کلدار، پتہ:- ادارۂ اشاعت اردو عابد روڈ حیدرآباد دکن،

عام طور سے لوگ ریاض خیرابادی مرحوم کو صرف ایک شاعر کی حیثیت سے جانتے ہین، حالانکہ ان کی گوناگون حیثیتیں تھین، وہ استاد فن شاعر بھی تھے، شگفتہ نگار ادیب بھی، خوش مذاق زندہ دل بھی، اور قدیم شرافت اور وضعداری کا نمونہ بھی، ان کے دیوان ریاض رضوان کے مقدمون اور دیباچون مین ان کے مفصل حالات ہین، لیکن وہ اتنا ضخیم ہے کہ ہر شخص اس کے مطالعہ کی ہمت نہین کرسکتا، اس لئے ضرورت تھی، کہ اس کا ایک اچھا انتخاب اور ریاض کی مختلف حیثیتون کا ایک مختصر مگر جامع مرقع ترتیب دیا جاتا، یہ کتاب اسی مقصد کے ماتحت لکھی گئی ہے، اس مین ریاض کی زندگی کے ہر رخ کی تصویر آگئی ہے اور ان کے کلام پر تبصرہ کے ساتھ اس کا انتخاب دیدیا گیا ہے، کتاب دلچسپ اور اصحاب ذوق کے مطالعہ کے لائق ہے لیکن قدیم اساتذہ اور موجودہ دور کے شعراء اور ریاض کے موازنہ مین مبالغہ کا رنگ آگیا ہے جس کے بغیر بھی ریاض کی استادی مسلم تھی، انتخاب مین اگر پوری پوری غزلون کے بجائے صرف اشعار کا انتخاب

دیا جاتا، تو اس سے زیادہ بہتر ہوتا،

المتوسط:۔ مترجمہ جناب مولوی احمد اللہ صاحب منشی فاضل و مولوی عالم تقطیع بڑی، ضخامت ۔۰۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت، بہتر قیمت مرقوم نہیں، پتہ:۔ مصنف سوباجی گوڑہ حیدر آباد دکن،

امام ابو شجاع تقی الدین شافعی کے رسالہ مختصر یا غایۃ الاختصار کے ترجمہ پر ستمبر کے معارف مین تبصرہ ہو چکا ہے، اس کی بہت سی شرحین بھی لکھی گئین، ان مین امام شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن قاسم غزی المتوفی ۹۰۰ھ کی شرح فتح القریب المجیب بہت مشہور و مقبول ہوئی اصل متن کے ترجمہ کے بعد اب اس کے لائق مترجم نے فتح القریب کا ترجمہ المتوسط کے نام سے شائع کیا ہے، اور شیخ ابراہیم بیجوری کے حاشیہ اور دوسری فقہی کتابون سے جابجا ضروری اضافے بھی کئے ہین، اس کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ اصل و متن دونون الگ الگ معلوم ہون، اور ان مین ربط و تسلسل قائم رہے، اس کتاب مین جیسا کہ غایۃ الاختصار کے تبصرہ مین لکھا جا چکا ہے، روزانہ زندگی سے متعلق تمام ضروری مسائل موجود مین، ترجمہ صاف اور سلیس ہے، اور شوافع کے علاوہ دوسرے مذاہب کے اشخاص کے بھی مطالعہ کے لائق ہے،

سیر صوات: از جناب حکیم محمد یوسف صاحب حضروی فاضل جامع ازہر، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۱۲۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت :۔ عہ، علاوہ محصول ڈاک، پتہ:۔ اکسیرات ہند دواخانہ نمبر ۱۸/۲۶ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ،

صوات صوبہ سرحد کے نواح مین ایک چھوٹی سی نیم خود مختار اسلامی ریاست ہے، اس کا رقبہ چار ہزار مربع میل اور آبادی پانچ لاکھ ہے، مصنف کتاب صوبہ سرحد کے باشندے اور کلکتہ کے نامور طبیب ہین، انھون نے حال مین صوات کا سفر کیا تھا، سیر صوات اسی کا سفرنامہ ہے، اس کا بڑا حصہ راہ کی دشواریون سفر کی صعوبتون، راستہ کے مناظر کے حالات، میزبانون کی فیاضیون، صوات کے حاکم و عہدہ دارون اور اہل صوات کی خوش خلقی و میزبانی کی تفصیلات و مدح و ستایش پر مشتمل ہے، بقدر ضرورت ریاست کے انتظامی و تمدنی حالات بھی ہین، کتاب دلچسپ اور انداز بیان شاعرانہ اور اس لحاظ سے قابل قدر ہے، کہ ایک غیر معروف اسلامی ریاست کے حالات قلمبند ہوگئے،

"م"

جلد ۵۶ ماہ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۵ء عدد ۶

مضامین